UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

انسانی اعضاء کی پیوندکاری میں فقہائے کرام کا شرعی نقطہ نظر: ایک تحقیقی مطالعہ

A Research Oriented Study of Contemporary Jurists' View on Organ Transplantation

Dr. Hafiz Muhammad Tariq
Assistant Professor, Department of Islamic Studies
Govt. Razaviaya Islamiya, Post Graduate College, Haroonabad

Dr. Muhammad Atif Aslam Rao
Assistant Professor, Department of Islamic Learning
University of Karachi, Karachi
Email: dratifrao@uok.edu.pk

Dr. Hafiz Muhammad Siddique
Assistant Professor, Faculty of Shariah and Law
International Islamic University Islamabad

DOI: 10.33195/journal.v4i02.337

Abstract:
The speedy growth in science drew many such matters which necessitate to be analyzed with Islamic jurisdiction. Organ Transplantation is one of them. Islamic researchers must endeavor to look into this issue and present an authentic and coherent narrative in this respect. The article deals with the introduction, narratives of scholars, principles and the grounds of Organ transplantation. This article elaborates with the relevance of the on-going norms and their impact on the sharīʻah injunctions. Various cases are cited in the article to expound the issue. This substantial research encourages to observance time and circumstances in the implementation of sharīʻah so that people may act upon the commandments conveniently. Islamic Jurists have diverse views about the legality of this issue. The present study deals with the various aspects of differences between Islamic Jurists.

Keywords: *Organ Transplantation, Islamic Jurisdiction, Coherent Narrative, Islamic Jurists.*

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سے انسان کو ظاہری و معنوی اعتبار سے ایک خاص شرف و امتیاز بخشا ہے، شکل و صورت میں بھی سب سے حسین اور علم و ادراک میں بھی سب سے فائق ہے اور اسے کائنات کا مخدوم و مکرم بنایا گیا ہے، اس شرف و عظمت کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ تمام کائنات اسی کی خدمت پر مامور ہے، بہت سی چیزوں کو اس کی غذا یا دوا کے لیے حلال کر دیا گیا ہے اور اضطراری حالت میں حرام چیزوں کے استعمال کی بھی اجازت دی گئی ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ انسانی اعضاء و اجزاء کی خرید و فروخت کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

اسلام کی نظر میں انسانی جان در حقیقت امانتِ الٰہیہ ہے، جسے ضائع کرنا سنگین جرم ہے، اس کی حفاظت کے لیے بڑے سامان تیار کیے گئے ہیں جن کے استعمال کا حکم ہے اور ایسی ممکنہ تدابیر و علاج کو ضروری قرار دیا ہے جس سے انسانی جان بچ سکے، اسی لیے اضطرار کی حالت میں کلمہ کفر تک کہنے کی اجازت دے دی گئی جو اسلام کی نظر میں بدترین جرم ہے، اسی طرح جو شخص بھوک سے مر رہا ہو اس کے لیے اپنا آخری سانس بحال رکھنے کے لیے بقدر ضرورت خنزیر اور مردار کھانے کو جائز بلکہ ضروری قرار دیا گیا۔ البتہ اس حالت میں بھی جان بچانے کے لیے احترام انسانیت کے پیش نظر کسی دوسرے انسان کی جان یا عضو کو ضائع کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ انسانی اعضاء کی پیوند کاری (Organs Transplantation) اور اعضاء و اجزاء کا عطیہ وہبہ کرنا ایسے مسائل میں سے ہے، جن کے بارے کتاب و سنت میں کوئی قطعی نص موجود نہیں ہے، بلکہ یہ مسائل تو عصر حاضر کی سائنس، ٹیکنالوجی اور میڈیکل سائنس کی ترقی اور کرشمہ سازی کے مرہون منت ہیں۔

میڈکل سائنس نے بالخصوص سرجری کے میدان میں حیرت انگیز ترقی کی ہے اور اب انسانی اعضاء کی تبدیلی و پیوند کاری ایک عام سی چیز تصور کی جانے لگی ہے۔ جبکہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری ایک اہم معاملہ ہے، لہذا اس کے متعلق اجتہادی کوششیں ناگزیر ہیں، جس طرح ماضی میں فقہاء کرام نے اپنے اپنے دور کے مسائل کے حل کے لیے اجتہاد سے کام لیا تھا۔ اب عصر حاضر میں فقہاء کرام نے انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے بارے اپنے نقطہ نظر کو بیان کیا ہے۔ اب اس سے متعلق باقاعدہ قواعد و ضوابط وضع کرنا اور اس پر عملدرآمد کروانا نہایت ضروری ہے اور اس کے لیے لازمی ہے کہ اس بارے میں شریعت اسلامیہ کی طرف رجوع کیا جائے اور احکامات الٰہیہ کی روشنی میں اصول و ضوابط طے کیے جائیں۔

زیر نظر مقالہ "**انسانی اعضاء کی پیوند کاری میں فقہاء کا شرعی نقطہ نظر**" مختلف پہلوؤں کا ایک تحقیقی مطالعہ پیش کرتا ہے۔ اس مطالعے کے بنیادی سوالات یہ ہیں:

1. کیا انسانی اعضاء کی پیوند کاری قرآن و سنت سے جائز ہے یا نہیں؟

2. کیاانسانی اعضاء کی پیوندکاری کے لیے انسانی اعضاء کی خرید وفروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟
3. انسانی اعضاء کی پیوندکاری بالفرض جائز بھی ہو تو کیا مفاسد کے پیش نظر سد ذرائع کے فقہی قاعدہ کی روشنی میں اس اجازت واباحت پر پابندی لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟

حالت اضطراری میں حرام اشیاء کے استعمال کی شرائط:

حالت اضطراری میں کسی حرام چیز کے استعمال کرنے کی تین شرائط ہیں:

ا۔آدمی کی حالت واقعتاایسی ہو کہ حرام چیز کے استعمال نہ کرنے سے جان کا خطرہ ہو۔

۲۔یہ خطرہ محض وہمی نہ ہو بلکہ معتمد معالج کی رائے پر ہو اور اس معالج کی نظر میں کسی حلال چیز سے ممکن نہ ہو۔

۳۔ اس حرام چیز سے شفاء بھی معتمد معالج کی رائے میں عام عادت کے موافق یقینی ہو۔اگر یہ تین شرائط متحقق ہو جائیں تو اس موقع پر اس خاص شخص کے لیے بمقدار ضرورت حرام چیز حلال ہو جاتی ہے۔

چنانچہ فقہاء نے لکھاہے کہ ایسی حالت میں خون کا پینا اور مردار کا کھانا جائز ہو جائے گا۔

پیوندکاری کی صورتیں:

انسانی اعضاء کی پیوندکاری کی دوصورتیں ہیں:

ا۔ کسی زندہ شخص کا اپنے کسی عضو کا عطیہ کرنا یعنی کسی زندہ شخص کی طرف سے اپنے کسی عضو کا عطیہ دینا اور وہ دوسرے شخص کے جسم میں پیوند کر دیا جائے۔اس کی دو اقسام ہیں:

(الف)خونی رشتہ دار کا عطیہ کرنا مثلاً بھائی، بہن، ماں، باپ اور اولاد وغیرہ کی طرف سے عطیہ۔

(ب)غیر خونی رشتہ دار یا غیر رشتہ دار کی طرف سے، مثلاً کوئی دوست، پڑوسی وغیرہ جو کسی قیمت کے عوض دیں۔

۲۔کسی شخص کا یہ وصیت کرنا کہ اس کے مرنے کے بعد وہ عضو اس کے جسم سے نکال کر کسی دوسرے ضرورت مند شخص کو لگا دیا جائے۔اس کی بھی دو اقسام ہیں:

(الف)ایسے شخص کی طرف سے جو دماغی طور پر مردہ ہے، مگر دل دھڑک رہا ہے یہ وہ لوگ ہیں جو دل کی حرکت بند ہو جانے کے ۱۲ سے ۲۴ گھنٹے تک مکمل وفات پاتے ہیں اس دوران میں دماغی موت کی مکمل تشخیص ہو چکی ہوتی ہے۔تو دل کی دھڑکن بند ہونے سے قبل (یعنی دوران خون رکنے سے پہلے) ان کے اعضاء کو استعمال کیا جاسکتا ہے۔

(ب)ایسے شخص کی طرف سے عطیہ جس کا دل دھڑکنا بند ہو چکا ہو، ایسی حالت میں عموماً اعضاء ناکارہ ہو جاتے ہیں، تاہم کوشش کے بعد ۵۰ فیصد تک قابل استعمال ہو سکتے ہیں۔[1]

پہلی صورت میں ایک زندہ شخص اپنی زندگی میں اپنا کوئی عضو کسی دوسرے شخص کو منتقل کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے ضروری ہے کہ شریعت اسلامیہ کی روشنی میں انسان کی ذات اور حیثیت معلوم کی جائے۔

انسانی اعضاء کی پیوند کای کی یہ دونوں صورتیں بعض اہل علم کے نزدیک مطلقاً ناجائز، بعض کے نزدیک مطلقاً جائز اور بعض کے نزدیک چند شرائط کے ساتھ جائز ہیں۔ جس کی تفصیل اس مقالہ میں پیش کی جائے گی۔

پیوند کیے جانے والے اعضاء کی اقسام:

۱۔ وہ عضو جو جسم میں ایک ہے اور اسکے بغیر زندگی ناممکن ہے، یا وہ زندگی میں عطیہ نہیں ہو سکتے، مثلاً دل۔

۲۔ وہ عضو جو جسم میں دو ہیں، مگر زندگی میں ان کا عطیہ دینا ممکن نہیں، مثلاً ہاتھ، پیر اور آنکھیں۔

۳۔ وہ عضو جو جسم میں دو ہیں اور زندگی میں ان کا عطیہ دینا ممکن ہے، مثلاً گردہ

وہ اعضاء جن کی پیوند کاری ہو سکتی ہے:

۱۔ قرنیہ ۲۔ دل ۳۔ پھیپھڑے ۴۔ جگر ۵۔ لبلبہ ۶۔ گردہ ۷۔ انتڑی ۸۔ رحم ۹۔ بیض۔[2]

انسانی اعضاء کی پیوند کاری میں فقہاء کرام کا نقطہ نظر:

انسانی اعضاء کی پیوند کاری میں فقہاء کرام کا اختلاف پایا جاتا ہے اور اس میں دو رائے ہیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ انسانی اعضاء کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری جائز ہے اور دوسری رائے یہ ہے کہ انسانی اعضاء کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری ناجائز ہے، خواہ پیوند ہونے والا عضو زندہ کا ہو یا مردہ کا، حالت اضطراری میں ہو یا حالت اختیاری میں۔ جمہور فقہاء کرام پاک و ہند کی دوسری رائے ہے۔ پہلے مجوزین کی رائے کو ذکر کیا جائے گا، پھر مانعین کی رائے اور دلائل کو ذکر کیا جائے گا۔

مجوزین کا نقطہ نظر:

اس گروہ میں پاک و ہند اور عالم اسلام کے کئی علماء اور فقہ اکیڈمیز کے اراکین شامل ہیں۔ پیوند کاری کے قائلین میں سے بعض تو صرف زندہ انسان کے اعضاء کے استعمال کو جائز سمجھتے ہیں جب کہ بعض اس ضمن میں مرنے والے کی اپنے اعضاء کے استعمال اور پیوند کاری کے بارے وصیت کو بھی جائز سمجھتے ہیں۔

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی لکھتے ہیں:

"اصل مسئلہ ایک انسان کے اعضاء کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری کا ہے، جن حضرات نے اعضاء کی پیوند کاری کو بھی ضرورۃً جائز قرار دیا ہے ان کے پیش نظر وہ فقہی قواعد ہیں جن کے مطابق "ضرورت" کی وجہ سے ناجائز چیزیں جائز قرار پاتی ہیں۔ (الضرورات تبیح المحظورات) یا یہ قاعدہ کہ مشقت پیدا ہو جائے تو یسر و آسانی کی راہ اختیار

کی جاتی ہے۔(المشقة تجلب التيسير) اور خود ان قواعد میں قرآن مجید کی وہ آیات پیش نظر ہیں جن میں جان بچانے کے لیے حالت اضطرار میں حرام چیزوں کے کھانے، یا حالت اکراہ میں کلمہ کفر زبان سے ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔"[3]

مولانا محمد طاسین لکھتے ہیں:

"جب ہم قرآن و حدیث اور کتب فقہ و فتاویٰ کو دیکھتے ہیں تو ہمیں جزوی و تفصیلی طور پر کوئی واضح ہدایت نہیں ملتی۔ البتہ کتب فقہ میں قرآن و حدیث سے ماخوذ کچھ ایسے قواعد کلیہ اور اصول عامہ ضرور ملتے ہیں جن کی روشنی میں اس جزوی مسئلہ کو حل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ان قواعد کلیہ میں سے ایک قاعدہ یہ ہے کہ: ضرورت محظور و ممنوع چیز کو مباح کر دیتی ہے۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ دو برائیاں پیش آئیں تو بڑی برائی سے بچنے کے لیے چھوٹی برائی کو اختیار کرنا جائز ہے۔ تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ بڑے فائدہ کی خاطر چھوٹے فائدے کو چھوڑنا جائز ہے۔ چوتھا قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز میں ایک پہلو مضرت کا اور دوسرا پہلو منفعت کا ہو تو اگر مضرت کا پہلو غالب یا برابر ہو تو اس چیز سے اجتناب کیا جائے اور اگر منفعت کا پہلو غالب ہو تو اسے اختیار کیا جائے، غور سے دیکھا جائے تو ان چاروں قواعد کلیہ کی رو سے مسئلہ مذکور کا حل یہ نکلتا ہے کہ اندھے آدمی کی بینائی کے لیے مردہ آدمی کی آنکھیں حاصل کرنا جائز ہے۔"[4]

ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

"اسلامی شریعت کا اصول یہ ہے کہ بہ قدر امکان کسی کی مصیبت کو دور کرنے کی کوشش کی جائے، جبھی تو بھوکوں کو کھانا کھلانا، قیدیوں کی رہائی دلانا، مریض کا علاج کرانا اور مرتے ہوئے شخص کی جان بچانا شریعت کی نظر میں بڑے نیک اعمال ہیں۔ کسی مسلم کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ کسی شخص کو مصیبت میں دیکھے اور اس کی مدد نہ کرے، اس بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر کسی مریض کو کسی انسانی عضو کی اتنی شدید ضرورت ہے کہ اس کے بغیر اس کا زندہ رہنا مشکل ہے، مثلاً یہ کہ اس کا گردہ ناکارہ ہو جائے اور اسے گردے کی شدید ضرورت ہے تو ایسی صورت میں کوئی شخص اپنے دو گردوں میں سے ایک گردے کا عطیہ دے کر اس کی جان بچالے، تو اس کا یہ عمل باعث اجر و ثواب ہے، اگر مال و دولت کا عطیہ باعث اجر و ثواب ہے تو انسانی عضو کا عطیہ اس سے بھی بڑھ کر کار ثواب ہے، کیونکہ مال کے بغیر محتاج انسان مر نہیں جائے گا، لیکن اس عضو کے بغیر اس کی زندگی ختم ہو سکتی ہے، البتہ انسانی عضو کا عطیہ کرنا چند شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

ا۔ کسی ایسے عضو کا عطیہ جائز نہیں ہے جو جسم میں ایک ہی عدد ہو مثلاً دل، کیونکہ اس کا عطیہ دینے کے بعد انسان کے لیے زندہ رہنا ممکن نہیں ہے۔

۲۔اسی طرح کسی ظاہری عضو کا عطیہ دینا جائز نہیں ہیں، مثلاً ہاتھ، پیر، آنکھ وغیرہ۔

۳۔عطیہ دینے سے اگر بیوی اور بال بچوں میں کسی کو نقصان ہو رہا ہے، تو ایسی صورت میں عطیہ دینا جائز نہیں ہے۔

۴۔عضو کا عطیہ کرنے والا عاقل و بالغ ہو۔"[5]

رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی اسلامک اکیڈمی نے اعضاء کی پیوند کاری سے متعلق درج ذیل فیصلہ کیا ہے۔کسی زندہ انسان کے جسم سے کوئی عضو لینا اور اسے دوسرے انسان میں لگا دینا جو اس کا ضرورت مند ہو، اپنی زندگی بچانے کے لیے یا اپنے بنیادی اعضاء کے عمل میں سے کسی عمل کو واپس لانے کے لیے جائز عمل ہے، جو عضو دینے والے کی نسبت سے کرامت انسانی کے منافی نہیں ہے۔دوسری طرف عضو لینے والے کے حق میں نیک تعاون اور بڑی مصلحت کا کام ہے جو ایک مشروع اور قابل تعریف عمل ہے، بشرطیکہ درج ذیل شرائط موجود ہوں:

۱۔عضو کے لینے سے اس کی عام زندگی کو نقصان پہنچانے والا ضرر نہ لاحق ہوتا ہو، کیونکہ شریعت کا اصول ہے کہ کسی نقصان کے ازالہ کے لیے اسی جیسے یا اس سے بڑے نقصان کو گوارا نہیں کیا جائے گا اور چونکہ ایسی صورت میں عضو کی پیشکش اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مرادف ہوگا، جو شرعاً ناجائز ہے۔

۲۔عضو دینے والے رضاکار نے اپنی خواہش سے اور بغیر کسی دباؤ کے دیا ہو۔

۳۔ضرورت مند مریض کے علاج کے لیے عضو کی پیوند کاری ہی طبّی نقطہ نظر سے تنہا ممکن ذریعہ رہ گیا ہو۔

۴۔عضو لینے اور عضو لگانے کے عمل کی کامیابی غالباً یا عادۃً یقینی ہو۔"[6]

اسی طرح ملائیشیا کے علماء نے انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے بارے بحث و مباحثہ کے بعد ایک بین الاقوامی کانفرنس میں پیوند کاری کو درج ذیل شرائط کی صورت میں جائز قرار دیا ہے۔

۱۔پہلی شرط یہ ہے کہ مریض اضطراری حالت میں ہو اور اس کی زندگی بظاہر اس عمل سے بچ سکتی ہو اور کوئی دوسرا متبادل علاج موجود نہ ہو۔

۲۔دوسری شرط یہ ہے کہ جس کے جسم سے دل یا دوسرا عضو لیا جا رہا ہو جس کے بغیر وہ طبّی اصول کے مطابق زندہ نہ رہ سکتا ہو تو اس صورت میں ضروری ہے کہ مریض کی موت کا یقین حاصل کر لیا جائے۔

۳۔تیسری شرط یہ ہے کہ اس بات کا یقین اور احتیاطی تدابیر کا علم حاصل کر لیا جائے کہ اعضاء کی پیوند کاری کا یہ عمل انسانوں کے قتل یا انسانی اعضاء کی تجارت اور کاروبار کا ذریعہ نہیں بنے گا۔

۴۔چوتھی شرط یہ ہے کہ میت کے وارثوں کی رضامندی حاصل کر لی گئی ہو یا مرنے والے نے وصیت کی ہو کہ میرے جسم کا فلاں عضو لے لیا جائے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

مشہور محقق ڈاکٹر عبدالکریم زیدان کی تحقیق بھی یہی ہے کہ مریض کے علاج کے طور پر انسانی اعضاء کی ترقیع جائز ہے بشرطیکہ اضطرار کی حالت ہو اور متبادل میسر نہ ہو اور غالب گمان یہ ہو کہ اس پیوند کاری سے مریض شفایاب ہو جائے گا۔"[7]

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی دوسرے فقہی سیمینار جو اپریل ۱۹۸۹ء دہلی میں منعقد ہوا، اس میں اعضاء کی پیوند کاری کے مسئلہ پر جو تجاویز طے پائیں ان کا ذکر یوں کرتے ہیں۔

ا۔اعضاءانسانی کا فروخت کرنا حرام ہے۔

۲۔اگر کوئی مریض ایسی حالت کو پہنچ جائے کہ اس کا کوئی عضو اس طرح بے کار ہو کر رہ گیا ہے کہ اگر اس عضو کی جگہ کسی دوسرے انسان کے عضو کی اس کے جسم میں پیوند کاری نہ کی جائے تو قوی خطرہ ہے کہ اس کی جان چلی جائے گی اور سوائے انسانی عضو کے کوئی دوسرا متبادل اس کی کو پورا نہیں کر سکتا اور ماہر قابل اطباء کو یقین ہے کہ سوائے عضو انسانی کی پیوند کاری کے کوئی راستہ اس کی جان بچانے کا نہیں ہے اور عضو انسانی کی پیوند کاری کی صورت میں ماہرین اطباء کو ظن غالب ہے کہ اس کی جان بچ جائے گی اور متبادل عضو انسانی اس مریض کے لیے فراہم ہے تو ایسی ضرورت و مجبوری اور بے بسی کے عالم میں عضو انسانی کی پیوند کاری کرا کر اپنی جان بچانے کی تدبیر کرنا مریض کے لیے مباح ہو گا۔

۳۔اگر کوئی تندرست شخص ماہر اطباء کی رائے کی روشنی میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اگر اس کے دو گردوں میں سے ایک گردہ نکال لیا جائے تو بظاہر اس کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا اور وہ اپنے رشتہ دار مریض کو اس حال میں دیکھتا ہے کہ اس کا خراب گردہ اگر بدلا نہیں گیا تو بظاہر اس کی موت یقینی ہے اور اس کا کوئی متبادل موجود نہیں ہے، تو ایسی حالت میں اس کے لیے جائز ہو گا کہ وہ بلا قیمت اپنا ایک گردہ اس مریض کو دے کر اس کی جان بچا لے۔

۴۔اگر کسی شخص نے یہ ہدایت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے اعضاء پیوند کاری کے لیے استعمال کیے جائیں، جسے عرف عام میں وصیت کہا جاتا ہے، از روئے شرع اسے اصطلاحی طور پر وصیت نہیں کہا جا سکتا اور ایسی وصیت اور خواہش شرعاً قابل اعتبار نہیں۔"[8]

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد پاکستان (IRI)

ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کی طرف سے اعضاء کی پیوند کاری کے موضوع پر جون ۱۹۹۵ء کو ایک ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس میں علماء کرام کے علاوہ ڈاکٹر حضرات نے بھی شرکت کی۔ اکثر شرکائے ورکشاپ کی رائے یہ ہے کہ کسی مریض کی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے زندہ انسان کا کوئی عضو اس کی رضامندی سے بطور عطیہ اور کسی ایسے

شخص کا عضو بھی لینا جائز ہے جس کے دماغ (Brain Stem) کی موت واقع ہو چکی ہو اور جس نے اپنی زندگی میں اس طرح کی وصیت کی ہو یا اس کے شرعی ورثاء اس بات پر رضامند ہوں۔

اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ کسی انسان کی جان بچانا واجب ہے، بالخصوص اس صورت میں جب کہ جان بچانے والے یعنی منتقل منہ کو اس سے کوئی بڑا نقصان لاحق نہ ہوتا ہو۔ پھر یہ کہ ایک انسان اپنی جان کا مالک ہے اور وہ اپنے اعضائے جسم کو، اپنے آپ کو کوئی بڑا نقصان پہنچائے بغیر، کار خیر کے لیے، یعنی کسی دوسرے مریض کی شفایابی کے لیے بطور عطیہ دے سکتا ہے اور ایسی وصیت بھی کر سکتا ہے اور اگر اس کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے اس کی موت کے بعد اس کے جسم سے کوئی عضو اخذ کیا جائے تو یہ اس کی میت کی توہین نہیں، بلکہ مرنے سے پہلے اس نے جو خواہش کی تھی اس کی تکمیل ہے۔"[9]

ورکشاپ میں ایک انسان کے عضو کی دوسرے انسان کو منتقلی کے جواز یا عدم جواز پہ اتفاق نہیں ہو سکا اور اس مسئلہ پر مزید غور وفکر اور تبادلہ خیالات کی ضرورت محسوس کی گئی اور جو چیز اس اختلاف رائے کو ختم کرے گی وہ اضطرار کی تعریف ہے یعنی یہ کہ شرعاً اضطرار سے کیا مراد ہے؟ اضطرار میں کیا جائز اور کیا ناجائز ہے؟ اور زیر بحث مسئلہ میں مضطر کون ہے؟۔۔۔"[10]

مانعین کے دلائل وآراء:

فقہاء کرام کا وہ گروہ جو انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو ناجائز قرار دیتے ہیں، ان کے عدم جواز کے لیے قرآن وسنت اور فقہی جزئیات سے جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں، وہ درج ذیل ہیں۔

انسان کی عزت وتکریم اور عظمت وفضیلت:

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالی ہے۔وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا[11]

ترجمہ: اور بیشک ہم نے بنی آدم کو بڑی عزت بخشی اور ہم نے انکو خشکی اور تری (یعنی شہروں اور صحراؤں اور سمندروں اور دریاؤں) میں (مختلف سواریوں پر) سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں سے رزق عطا کیا اور ہم نے انہیں اکثر مخلوقات پر جنہیں ہم نے پیدا فرمایا ہے نمایاں فضیلت عطا فرمائی۔

اللہ تعالی نے انسان کو دیگر مخلوقات پر متعدد وجوہ سے فضیلت عطا فرمائی ہے۔ اس فضیلت کی تمام وجوہ کا ادراک تو بہت مشکل ہے تاہم مفسرین نے بعض اہم وجوہ ذکر فرمائی ہیں جن کا بیان درج ذیل ہے۔

۱۔ اللہ تعالی نے تمام مخلوق میں سے صرف انسان کو اپنا نائب اور خلیفہ بنایا، اور ارشاد فرمایا۔ **إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً** [12]

۲۔ اللہ تعالی نے نوع انسانیت کے پہلے فرد کو مسجود ملائکہ بنایا۔ **فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ** [13]

۳۔ اللہ تعالی نے تمام مخلوق کو لفظ کن سے پیدا فرمایا اور انسان کو اپنے ہاتھوں سے تخلیق فرمایا، قرآن کریم میں ہے: **قَالَ يَاإِبْلِيسُ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ** [14]

۴۔ اللہ تعالی نے انسان میں اپنی روح کو پھونکا اور فرمایا: **وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي** [15]

۵۔ اللہ تعالی نے انسان کو تمام مخلوق میں سب سے خوبصورت شکل وصورت میں پیدا فرمایا۔ قرآن مجید میں ہے: **لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ** [16]

بیشک ہم نے انسان کو (عقل و شکل کے اعتبار سے) بہترین اعتدال پر پیدا کیا ہے۔ ہم نے انسان کو شکل و صورت، قدو قامت، عقلی و ذہنی قوتوں، قلبی و روحانی بہترین صلاحیتوں سے متصف کر کے پیدا فرمایا۔ ابن عربی کہتے ہیں: **"ليس لله تعالى خلق أحسن من الإنسان، فإن الله خلقه حيا عالما، قادرا مريدا متكلما، سميعا بصيرا، مدبرا حكيما."** **کہ اللہ تعالی نے انسان سے زیادہ** خوبصورت کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے ان عظیم صفات سے متصف فرمایا، حی، عالم، بااختیار، باارادہ، متکلم، سماعت کرنے والا، بینا، مدبر اور حکیم۔ [17]

۶۔ اللہ تعالی نے انسان کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا۔ حدیث پاک میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **"إذا قاتل أحدكم أخاه فليجتنب الوجه فإن الله خلق آدم على صورته."** ترجمہ: جب تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کو مارے تو چہرے سے اجتناب کرے کیونکہ اللہ تعالی نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا فرمایا ہے۔ [18]

۷۔ اللہ تعالی نے انسان کو لکھنے پڑھنے کی صلاحیت عطا فرمائی ہے اور اسکو علوم و معارف اور صنائع و کاریگری عطا فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے: **الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ * عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ** [19] ترجمہ: جس نے (انسان کو) قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اسی نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

۸۔ اللہ تعالی نے انسان کو خشکی و تری کی سواریاں دیں، یعنی اللہ تعالی نے انسان کو زمین پر سفر کرنے کے لیے ہر قسم کی سواریاں مسخر کر دیں اور اسی طرح دریا و سمندر میں سفر کرنے کے لیے کشتیاں اور بحری جہاز مسخر کر دیے اور فضاء میں سفر کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر اور ہوائی جہاز مسخر فرما دیئے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

۹۔اللہ تعالی نے انسان کو طیب و طاہر و پاکیزہ رزق عطا فرمایا، کیونکہ انسان کی خوراک زمینی پیداوار سے حاصل ہوتی ہے یا حیوانوں اور پرندوں کے گوشت سے اور یہ سب چیزیں اللہ تعالی نے انسان کے لیے مسخر کر دی ہیں۔

۱۰۔اللہ تعالی نے انسان کو کثیر مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ارشاد ربانی ہے: **وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا**[20]

۱۱۔اسلام میں ایک مسلمان کی عزت و حرمت کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے دیکھا اور یہ فرماتے سنا: ''کہ تو کتنا عمدہ ہے! اور تیری خوشبو کتنی پیاری ہے! اور تو کتنا عظیم المرتبت ہے! **والذي نفس محمد بيده لحرمة المؤمن أعظم عند الله حرمة منك ماله ودمه**. لیکن قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ مومن کے مال و جان کی حرمت اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے۔[21]

۱۲۔اسلام نے انسان کے مرنے کے بعد بھی اسکی تعظیم و تکریم کا حکم دیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: **أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كسر عظام الميت ككسرها حيا.** "کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مردہ ہڈیوں کو توڑنا، زندہ آدمی کی ہڈیاں توڑنے کے مانند ہے۔[22]

اسلام نے زندہ انسان کی طرح مردہ انسان کی بھی بہت تعظیم و تکریم کا حکم دیا ہے۔ جنازے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے جب تک جنازہ کو زمین پر نہ رکھ دیا جائے اس وقت تک حاملین جنازہ کو بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے، نماز جنازہ پڑھنے کو فرض کفایہ قرار دیا ہے۔ قبر پر بیٹھنے سے منع کیا ہے اور میت کو ایذا پہنچانے سے منع کیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "**إذا رايتم الجنازة فقوموا حتى تخلفكم.**" کہ جب تم جنازے کو دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ حتی کہ جنازہ تم کو پیچھے چھوڑ جائے۔[23]

بخاری و مسلم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ لے جایا گیا تو آپ ﷺ اس کے لیے کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ سے کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ **إنها جنازة يهودي** یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ آپ ﷺ نے جوابا ارشاد فرمایا: "**أليست نفسا**" کیا یہ انسان نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "**إذا رايتم الجنازة فقوموا**" جب تم کسی جنازے کو لے کر آتے دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔[24]

سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ کے جواب میں کیسی بہترین توجیہ بیان فرمائی۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

امام مسلم بن حجاج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ **قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: لأن يجلس أحدكم على جمرة فتحرق ثيابه فتخلص إلى جلده خير له من أن يجلس على قبر.** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص انگارے پر بیٹھ جائے اور وہ انگارہ تمہارے کپڑوں کو جلا کر کھال تک پہنچ جائے تو یہ قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے۔[25]

امام احمد بن حنبل حضرت عمارۃ بن حزم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: **رآني رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا متكئ على قبر،فقال:انزل من القبر،لا تؤذي صاحب القبر ولا يؤذيك.** کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے قبر پر تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے دیکھا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: قبر سے اتر جاؤ اور قبر والے کو ایذا نہ دو، وہ تمہیں ایذا نہیں دیتا۔[26]

ان آیات واحادیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے انسان کو مکرم و محترم قرار دیا ہے اور انسان کو موت کے بعد بھی زندگی کی مانند بلکہ اس سے بھی بہتر قابل احترام قرار دیا ہے اور مردہ انسان کو ایذا پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔ تو پھر زندہ انسان کے علاج یا اس کی بقاء کے لیے زندہ انسان یا مردہ انسان کے اعضاء نکال کر کیسے پیوند کاری جائز ہو سکتی ہے؟

مسلمان کا اپنے اعضاء میں قطع و برید، عطیہ و ہبہ کرنا اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی خلق میں تبدیلی کرنا ہے یعنی تغییر خلق اللہ ہے جو کہ ناجائز و حرام اور شیطان کی فرمانبرداری ہے۔ شیطان کو جب جنت سے نکالا گیا اور بارگاہ رب العزت سے دھتکارا گیا تو اس نے اللہ تعالی سے عرض کیا تھا۔ قرآن پاک میں ہے۔﴿وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ ترجمہ: میں ضرور (تیری مخلوق کو) کہوں گا کہ وہ اللہ تعالی کی پیدا کی ہوئی چیزیں بدل دیں گے۔[27]

اور تفسیر کبیر میں ہے۔**روي عن أنس وشهر بن حوشب وعكرمة وأبي صالح أن معنى تغييرخلق الله ههناهوالإخصاء وقطع الآذان وفقوء العيون.** حضرت انس، شہر بن حشب، عکرمہ اور ابو صالح سے روایت ہے کہ یہاں پر تغییر خلق سے مراد انسان کا اپنے آپ کو خصی کرنا اور اپنے کان کاٹنا اور آنکھیں وغیرہ نکالنا ہے۔"[28]

علاج کے لیے انسانی اعضاء کی پیوند کاری کا حکم:

انسانی اعضاء کو علاج کے لیے استعمال کرنا جائز نہیں۔ امام عبد الرزاق بن ہمام الصنعانی اور امام ابن ماجہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: **أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: كسر عظام الميت ككسرها حيا.** "نبی کریم ﷺ نے فرمایا مردہ ہڈیوں کو توڑنا، زندہ آدمی کی ہڈیاں توڑنے کے مانند ہے۔[29]

امام شافعی فرماتے ہیں: "وإن رقع عظمه بعظم ميتة أو ذكي لا يؤكل لحمه أو عظم إنسان فهو كالميتة فعليه قلعه وإعادة كل صلاة صلاها وهو عليه فإن لم يقلعه جبره السلطان على قلعه." اگر کسی شخص نے اپنی ٹوٹی ہوئی ہڈی میں مردار، غیر ماکول اللحم مذبوح جانور یا انسان کی ہڈی سے پیوند لگایا ہے تو وہ مردار کی طرح ہے اس پر اس ہڈی کا نکالنا واجب ہے اور جتنی نمازیں اس ہڈی سمیت پڑھی ہیں انکی قضا لازم ہے اور اگر وہ اس ہڈی کو اپنے جسم میں سے نہیں نکالتا تو بادشاہ اس پر جبر کرے گا۔[30]

امام محمد بن الحسن الشیبانی فرماتے ہیں: "لا بأس بالتداوي بالعظم إذا كان عظم شاة أو بقرة أو بعير أو فرس أو غيره من الدواب إلا عظم الخنزير والآدمي فإنه لا يمكن التداوي بهما." ہڈی کے بطور علاج استعمال میں کوئی حرج نہیں جبکہ یہ ہڈی کسی جانور کی ہو جیسے بکری، گائے، گدھا، گھوڑا وغیرہ مگر خنزیر اور آدمی کی ہڈی کو بطور علاج استعمال کرنا جائز نہیں۔[31]

علامہ قاضی خاں فرماتے ہیں: "رجل برجله جراحة قالوا يكره له أن يعالجه بعظم الإنسان والخنزير لأنه محرم الانتفاع." کسی شخص کے پیر میں زخم ہو تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اس کا علاج انسان یا خنزیر کی ہڈی سے کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ کیونکہ انسان یا خنزیر کی ہڈی سے فائدہ حاصل کرنا حرام ہے۔[32]

فتاوی بزازیہ میں ہے۔ "ويكره معالجة الجراحة بعظم الإنسان أو خنزير لأنه محرم الانتفاع." انسان یا خنزیر کی ہڈی سے علاج کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ان سے نفع حاصل کرنا حرام ہے۔[33]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ "وإذا كان برجل جراهة يكره المعالجة بعظم الخنزير والإنسان لأنه يحرم الانتفاع به كذا في الكبرى." جب کسی انسان کے زخم ہو تو انسان اور خنزیر کی ہڈی سے علاج کرنا درست نہیں اس لیے کہ ان سے انتفاع حرام ہے۔[34]

امام سرخسی فرماتے ہیں: ''إن العظم لا يتنجس بالموت على أصلنا لأنه لا حياة فيه إلا أن يكون عظم الإنسان أو عظم خنزير فإنه يكره التداوي به لأن الخنزير نجس العين، فعظمه نجس كلحمه لا يجوز الانتفاع به بحال ما. والآدمي محترم بعد موته على ما كان عليه في حياته فكما يحرم التداوي بشئ من الآدمي الحي إكراما له فكذلك لا يجوز التداوي بعظم الميت قال صلى الله عليه وسلم: كسر عظم الميت ككسر عظم الحي." ہمارے قاعدہ کے مطابق موت سے ہڈی نجس نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں حیات نہیں ہے، سوا اس کے کہ وہ انسان یا خنزیر کی ہڈی ہو، اس کے ساتھ علاج مکروہ تحریمی ہے، کیونکہ خنزیر نجس العین ہے اور اس کی ہڈی بھی اس کے گوشت کی طرح نجس ہے، جس سے کسی حال میں بھی فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور آدمی

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

موت کے بعد بھی اس طرح محترم ہوتا ہے جس طرح زندگی میں محترم تھا لہذا اسی طرح زندہ آدمی کی کسی چیز سے اس کی تکریم کی بناء پر علاج نہیں کیا جا سکتا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے۔[35]

علامہ کاسانی فرماتے ہیں: "**ولأن الآدمي بجميع أجزائه مكرم والانتفاع بالجزء المنفصل منه إهانة له.**" کیونکہ آدمی تمام اعضاء کے ساتھ مکرم ہے اس کے جزء منفصل سے انتفاع اس کی اہانت ہے۔[36]

اوراس کے اجزاء سے انتفاع کا ناجائز ہونا اس کی کرامت وشرافت کی وجہ سے ہے۔

فقہاء کرام کی ان عبارات سے اس بات کی واضح تصریح ہے کہ انسانی اعضاء کے ساتھ پیوندکاری جائز نہیں، البتہ حلال اور مذبوح جانوروں کے اعضاء کے ساتھ پیوند لگایا جا سکتا ہے، اسی طرح مصنوعی اعضاء کے ساتھ بھی پیوندکاری کی جا سکتی ہے۔ لکڑی، پلاسٹک یا کسی دھات کے بنے ہوئے اعضاء کے ساتھ پیوند لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کی ناک جاہلیت کی ایک لڑائی میں یوم الکلاب میں کٹ گئی تھی۔ انہوں نے چاندی کی ناک لگوائی تھی، جس میں بو پڑ گئی۔ **فأمره النبي صلى الله عليه و سلم أن يتخذ أنفا من ذهب.** حضور اکرم ﷺ نے انہیں سونے کی ناک لگوانے کا حکم فرمایا۔[37]

اضطراری حالت میں انسانی اعضاء سے انتفاع:

انسانی اعضاء اور گوشت کا استعمال حالت اضطراری میں بھی جائز نہیں۔ "**وحرم مالك أكل لحم الإنسان في حالة الضرورة ولو كان مهررا.**" امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حالت ضرورت میں بھی انسان کا گوشت کھانا حرام ہے۔ اگرچہ وہ آدمی (کسی جرم کی بناء پر) واجب القتل ہی کیوں نہ ہو۔[38]

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: "**ثم إذا وجد المضطر ميتة وخنزير أو لحم ابن آدم أكل الميتة لأنها حلال في حال والخنزير وابن آدم لا يحل بحال ولا يأكل ابن آدم ولو مات قاله علماء ناوبه قال أحمد وداود...**" جب کوئی شخص اضطراری حالت میں ہو اور وہ مردار، خنزیر اور آدمی کا گوشت پائے تو وہ مردار کو کھالے، اس لیے کہ وہ بعض مواقع پر حلال ہو جاتا ہے۔ بخلاف خنزیر اور آدمی کے جو کسی حال میں حلال نہیں نہ انسان کے لیے اس کا کھانا جائز ہے چاہے وہ مر جائے، یہ ہمارے علماء کا قول ہے اور یہی قول امام احمد اور داؤد کا ہے۔[39]

حالت اضطراری میں کئی ناجائز چیزیں جائز ہو جاتی ہیں مگر انسان اس قدر مکرم ہے کہ اس کے عضو کا کسی دوسرے کے لیے کاٹنا حالت اضطراری میں بھی جائز نہیں اگرچہ وہ اپنے اعضاء کے کٹوانے پر اجازت بھی دے۔ جیسا کی بدائع الصنائع میں پوری ایک نوع کو لکھا جس کا عنوان وہ چیزیں ہیں جو حالت اکراہ میں بھی جائز نہیں ہیں۔ "**النوع الذي لا**

يباح ولا يرخص بالإكراه أصلا، فهو قتل المسلم بغير حق سواء كان الإكراه ناقصا أو تاما لأن قتل المسلم بغير حق لا يحتمل الإباحة بحال قال الله تبارك وتعالى: ﴿وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ﴾[40] وكذا قطع عضو من أعضائه والضرب المهلك.....ولو أذن له المكره عليه أو قطعه أو ضربه فقال: للمكره افعل لا يباح له أن يفعل لأن هذا مما لا يباح بالإباحة ولو فعل فهو آثم ألا ترى أنه لو فعل بنفسه أثم فبغيره أولى."[41] مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے خواہ اکراہ ناقص ہو یا مکمل۔ کیونکہ مسلمان کو ناحق قتل کرنا کسی بھی حالت میں مباح نہیں ہے۔ اللہ تبارک وتعالی نے فرمایا: "اور نہ قتل کرو اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ نے سوائے حق کے۔" اور اسی طرح مسلمان کے اعضاء میں سے کسی عضو کو کاٹنا اور مہلک ضرب لگانا مباح نہیں ہے۔ اگرچہ مجبور و مضطر قطع و ضرب کی اجازت دے، تو اسے کہا جائے گا کہ ایسا کام کرنا کسی حال میں جائز نہیں، کیونکہ یہ کسی صورت میں بھی مباح نہیں ہے۔ اگر حالت اکراہ میں اس نے اپنے آپ کو کاٹ لیا تو گناہ گار ہو گا، اگر اپنے علاوہ کسی کو کاٹا تو وہ بطرق اولی گناہ گار ہو گا۔

فتاوی بزازیہ حاشیہ ہندیہ میں ہے۔

"مضطر لم يجد ميته وخاف الهلاك فقال له رجل اقطع يدي وكلها: أو قال اقطع في قطعته وكلها لا يسعه أن يفعل ذالك لا يصح أمره به كما لا يسع للمضطر أن يقع قطعته من لحم ىنفسه فيأكل."

ایک شخص جو حالت اضطراری میں ہے اس کے پاس کھانے کے لیے کچھ نہیں حتی کہ مردار بھی نہیں ایسی حالت میں اسے ایک شخص کہتا ہے کہ میرا ہاتھ کاٹ لو اور کھا کر اپنی جان بچا لو۔ یا کہے میرے جسم سے کچھ گوشت کا ٹکڑا کاٹ لو اور کھا کر اپنی جان بچا لو تو اس کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح جو شخص حالت اضطراری میں ہو اس کے لیے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ اپنے جسم میں سے اپنے گوشت کا ٹکڑا کاٹ کر کھالے۔[42]

امام سرخسی فرماتے ہیں۔ **"المضطر كما لا يباح له قتل الإنسان ليأكل من لحمه لا يباح له قطع عضو من أعضاءه."**

مضطر شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بھوک مٹانے کے لیے کسی دوسرے شخص کو قتل کرے تاکہ اس کا گوشت کھالے اور یہ بھی جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ہی اعضاء میں سے کوئی عضو کاٹ کر کھالے۔[43]

علامہ ابن قدامہ لکھتے ہیں: **"ولنا أن أكله من نفسه ربما قتله فيكون قاتلا نفسه ولا يتيقن حصول البقاء بأكله."** ہماری دلیل یہ ہے کہ انسان کا اپنے جسم میں سے کسی حصہ کو کھا لینا بسا اوقات اس کی موت کا سبب ہو گا اس طرح وہ خود اپنا قاتل ہو جائے گا جب کی اس کے کھانے سے اس کا زندہ رہنا یقینی نہیں ہے۔[44]

امام سرخسی فرماتے ہیں: "**حرمة الأعضاء كحرمة النفس.**" یعنی اعضاء کی حرمت، حرمت نفس ہی کی طرح ہے۔[45]

امام نووی شافعی فرماتے ہیں: ''**لو أراد المضطر أن يقطع قطعه من نفسه من فخذه أو غيرها ليأكلها فان كان الخوف منه كالخوف في ترك الأكل أو أشد حرم القطع بلا خلاف وصرح به إمام الحرمين وغيره.**'' اگر مضطر اپنی یا کسی اور کی ران سے گوشت کاٹ کر کھانے کا ارادہ کرے تو اگر نہ کھانے کی صورت میں جان کا خطرہ ہو پھر بھی بالاتفاق گوشت کاٹنا حرام ہے۔ امام الحرمین وغیرہ نے اس کی تصریح کی ہے۔[46]

علامہ ابن قدامہ حنبلی مضطر کے احکام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''**وإن لم يجد إلا آدميا محقون الدم لم يبح له قتله إجماعا ولا إتلاف عضو منه مسلما كان أو كافرا لأنه مثله فلا يجوز أن يبقي نفسه بإتلافه وهذا لا خلاف فيه وإن كان مباح الدم كالحربي والمرتد فذكر القاضي أن له قتله وأكله لأن قتله مباح وهكذا قال أصحاب الشافعي لأنه لا حرمة له فهو بمنزلة السباع. وإن وجده ميتا أبيح أكله لأن أكله مباح بعد قتله فكذلك بعد موته وإن وجد معصوما ميتا لم يبح أكله في قول أصحابنا وقال الشافعي وبعض الحنفية يباح وهو أولى لأن حرمة الحي أعظم**''

اور اگر مضطر کو ایسے آدمی کے سوا اور کوئی چیز نہ ملے جس کی جان شرعاً محفوظ ہے (مثلاً مسلمان یا ذمی کافر) تو مضطر کے لیے اس آدمی کو قتل کرنا اجماعاً حرام ہے اور اس کے کسی عضو کو کاٹنا بھی حرام ہے خواہ وہ آدمی مسلمان ہو یا کافر، کیونکہ اس آدمی کی زندگی مضطر کی زندگی کی مثل ہے، پس یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو تلف کر کے اپنی جان بچائے اس مسئلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور اگر اس آدمی کا خون مباح ہو جیسے حربی کافر اور مرتد، اس کے بارے میں قاضی نے ذکر کیا ہے کہ مضطر اس کو قتل کر کے کھا سکتا ہے۔ کیونکہ اس کو قتل کرنا مباح ہے۔ امام شافعی کے اصحاب کا بھی یہی قول ہے کیونکہ اس کی کوئی حرمت نہیں اور وہ درندوں کے حکم میں ہے۔ اگر (حربی کافر یا مرتد) کو مردہ پائے تو اس کا کھانا بقدر ضرورت مباح ہے، کیونکہ اس کا کھانا اس کے قتل کے بعد مباح ہوا ہے، اس طرح اس کے مرنے کے بعد بھی مباح ہے اور اگر مضطر کسی معصوم مردہ کو پائے تو اس کا کھانا ہمارے اصحاب کے قول پر مباح نہیں ہے۔ امام شافعی اور بعض علماء احناف کے نزدیک جائز ہے کہ مضطر کھا سکتا ہے اس لیے کہ زندہ کی حرمت مردہ سے بڑھ کر ہے۔[47] فقہاء حنابلہ میں ابوالخطاب نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے۔ "**واختار أبو طالب أن له أكله.**"[48]

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں: **لا يجوز تناول الآدمي سواء كان حيا أو ميتا ولو مات المضطر، وهذا هو المنصوص لأهل المذهب.** مضطر کے لیے آدمی کو کھانا جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ اگرچہ مضطر مر جائے۔ اہل مذہب نے اس کی تصریح کی ہے۔[49]

کسی مسلمان کو حالت اضطرار میں بھی کسی زندہ انسان کا کوئی عضو کاٹ کر کھانے کی اجازت نہیں۔ اگرچہ اس کی جان چلی جائے۔ حالانکہ حالت اضطرار میں حرام کھانا بھی جائز ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ الاشباہ والنظائر میں ہے کہ: **الضرر لا يزال بالضرر، ولا يأكل المضطر طعام مضطر آخر ولا شيئا من بدنه.** ضرر کو ضرر سے دور نہیں کیا جاتا۔ لہذا اگر دو شخص بھوک سے مر رہے ہوں اور ان کے پاس کچھ کھانے کے لیے نہ ہو تو ایک کو دوسرے کا گوشت یا اس کے بدن سے کسی چیز کھانے کی اجازت نہیں۔[50]

اب اس عبارت سے ان لوگوں کا اعتراض بھی زائل ہو گیا کہ جو کہتے ہیں کہ کسی کی جان بچانے کے لیے کسی انسان کے اعضاء لگانے کا یہ عمل درست ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ کتب فقہ میں یہ واضح لکھا ہے کہ اگرچہ ایک انسان کی جان کو شدید خطرہ ہو پھر بھی اس کے لیے کسی دوسرے انسان کے اعضاء میں قطع و برید ناجائز ہے۔

امام سرخسی مزید فرماتے ہیں: "**وشعر الإنسان والانتفاع به أي لم يجز بيعه والانتفاع به لأن الآدمي مكرم غير مبتذل فلا يجوز أن يكون شئ من أجزائه مهانا مبتذلا.**" یعنی انسان کے بال سے نہ انتفاع جائز ہے نہ اسکی بیع جائز ہے۔ اس لیے کہ آدمی قابل تکریم ہے نہ کہ قابل صرف کوئی چیز، پس اس کے اجزاء میں سے کسی بھی جزء کو ذلیل کرنا اور استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔[51]

آپ فرماتے ہیں: "**إن شعر الآدمي لا ينتفع به إكراما للإنسان قيل: الانتفاع بأجزاء الآدمي لم يجز لنجاسته وقيل للكرامة وهو الصحيح.**" بے شک آدمی کے بال اس کی کرامت کی وجہ سے قابل انتفاع نہیں ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آدمی کے اجزاء سے انتفاع اس کے ناپاک ہونے کی وجہ سے جائز نہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کی کرامت کہ وجہ سے جائز نہیں اور یہی صحیح ہے۔[52]

اور چوں کہ حرمت و کرامت میں زندہ و مردہ دونوں مساوی ہیں اس لیے نہ زندہ انسان کے اعضاء اس مقصد کے لیے استعمال کیے جا سکتے ہیں نہ مردہ کے، اس سلسلہ میں سب سے واضح روایت وہ حدیث ہے کہ مردہ کی ہڈی کو توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندگی میں اس شخص کی ہڈی کو توڑنا۔ "**كسر عظم الميت ككسر عظم الحي.**"[53]

چنانچہ معتبر شروح حدیث میں موجود ہے کہ "**لأنه يحرم الانتفاع بشعر الآدمي وسائر أجزائه لكرامته.**" یعنی انسان کی کرامت و بزرگی کے سبب اس کے بال اور تمام اجزاء کا استعمال و انتفاع حرام ہے۔[54]

علامہ شامی نے بالوں کی طرح انسانی ناخنوں کی خرید وفروخت کو بھی منع کیا ہے۔آپ فرماتے ہیں:"**وكذا بيع كل ما انفصل عن الآدمي كشعر وظفر لأنه جزء الآدمي ولذا وجب دفنه.**"[55]

قرآنی آیات،آحادیث صحیحہ اور مذاہب اربعہ کے جمہور فقہاء کرام کی مستند ترین کتب کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زندہ آدمی کی جان بچانے کے لیے حالت اضطراری و حالت اختیاری میں کسی دوسرے زندہ انسان کے اعضاء کو کاٹنا جائز نہیں ہے۔بنا بریں حالت اضطرار میں کسی شخص کی جان بچانے کے لیے کسی دوسرے زندہ شخص کے اعضاء سے پیوند کاری کرنا جائز نہیں ہے۔البتہ فقہاء شافعیہ اور بعض فقہاء حنبلیہ کے نزدیک کافر حربی کے اعضاء سے پیوند کاری جائز ہے۔لیکن جمہور فقہاء اسلام کے نزدیک یہ بھی ناجائز ہے۔

انسانی اعضاء کی خرید وفروخت:

انسانی اعضاء کی خرید وفروخت فقہاء کرام کے نزدیک متفقہ طور پر حرام ہے،اس پر فقہاء کا اجماع ہے۔[56]

ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:"انسانی اعضاء کا عطیہ تو جائز ہے لیکن اس کی خرید وفروخت جائز نہیں ہے،تاکہ انسانی جسم سامان تجارت نہ بن جائے کہ اس کی بے حرمتی لازم آتی ہے،افسوس کی بات ہے کہ بعض غریب ممالک میں انسانی اعضاء کی تجارت زوروں پر ہے۔غریبوں کو پیسے کا لالچ دے کر یا ان کی بے خبری میں وہ اعضاء نکال لیے جاتے ہیں اور مال داروں کو مہنگے داموں فروخت کیے جاتے ہیں،بلاشبہ یہ ایک گھناؤنا جرم ہے۔"[57]

امام کاسانی فرماتے ہیں۔اضطراری کیفیت میں بھی کسی مسلمان کا قتل کرنا یا اس کا کوئی عضو قطع کرنا جائز نہیں۔[58]

شرح جامع الصغیر میں ہے۔"**الإنسان مكرم فلا يجوز أن يكون منه شيء مبتذل.**"انسان مکرم ہے لہذا یہ جائز نہیں کہ اسکی کسی چیز پر تصرف کیا جائے۔[59]

انسان اور انسانی اعضاء کی بیع قطعی حرام ہے۔بدائع الصنائع میں ہے۔"**البيع مبادلة المال بالمال فلا ينعقد بيع الحر لأنه ليس بمال.**"شرائط بیع میں سے ہے کہ مبیع مال کیونکہ مبیع کا مطلب مال کے ساتھ مال کا تبادلہ ہے لہذا آدمی کی بیع جائز نہیں کیونکہ وہ مال نہیں۔[60]

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں:"**قال شيخنا استدل بالحديث على أنه لا يجوز بيع ميتة الآدمي مطلقا سواء فيه المسلم والكافر أما المسلم فلشرفه وفضله حتى إنه لا يجوز الانتفاع بشيء من شعره وجلده وجميع أجزائه**"ہمارے شیخ نے حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مردہ آدمی کو بیچنا قطعا ناجائز ہے،خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر،مردہ مسلمان کی خرید وفروخت اس کی عزت و تکریم کی وجہ سے ممنوع ہے۔حتی کہ مردہ مسلمان کے بال،اس کی کھال اور اس کے اجزاء میں سے کسی جزء کو بھی استعمال کرنا اور اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔[61]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

امام محمد بن الحسن الشیبانی فرماتے ہیں۔ **"لا يجوز بيع شعر الإنسان والانتفاع به."** انسانی بالوں کی بیع اور ان سے استفادہ جائز نہیں ہے۔[62]

علامہ شامی فرماتے ہیں: **"قال المصنف: والآدمي مكرم شرعا وإن كان كافرا فإيراد العقد عليه وابتذاله به وإلحاقه بالجمادات إذلال له، أي وهو غير جائز وبعضه في حكمه وصرح في فتح القدير ببطلانه.... ولذا لم يجز كسر عظام ميت كافر."** مصنف نے کہا کہ آدمی شرعا مکرم ہے خواہ کافر ہو اس وجہ سے آدمی کی خرید وفروخت کرنا اور اس کو جمادات کے ساتھ لاحق کرنا آدمی کی توہین ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں یعنی ناجائز ہے اور آدمی کے اجزاء بھی آدمی کے حکم میں ہیں اور فتح القدیر میں آدمی کے اعضاء کی خرید وفروخت کے بطلان کی تصریح ہے۔ اسی وجہ سے کافر میت کی ہڈی توڑنا بھی ناجائز ہے۔[63]

انسان اور انسانی اعضاء کی جس طرح خرید وفروخت حرام ہے۔ اسی طرح ہبہ بھی ناجائز ہے۔ بدائع الصنائع میں ہے۔ **"منها أن يكون مالا متقوما فلا تجوز هبته ما ليس بمال اصلا كالحر والميتة والدم وصيد الحرم والإحرام والخنزير وغير ذللك."** ہبہ کی شرائط میں سے ہے کہ جو چیز ہبہ کی جارہی ہے وہ مال متقوم ہو لہذا ایسی چیز کا ہبہ جائز نہیں جو اصلا مال کی تعریف سے خارج ہو جیسے آدمی، مردار، خون، حرم اور احرام کا شکار اور خنزیر وغیرہ۔[64]

مفتی محمد شفیع عثمانی کا نقطہ نظر:

مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب لکھتے ہیں: ''اللہ تعالی نے انسان کو مخدوم کائنات بنایا ہے۔ یہ تمام مخلوقات کا استعمال کرنے والا ہے۔ خود اس کے اعضاء واجزاء کا استعمال اسکی اہانت اور تخلیق کائنات کے منشاء کا خلاف ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ انسان کے اعضاء واجزاء انسان کی اپنی ملکیت نہیں ہیں جن میں وہ مالکانہ تصرف کر سکے اس لیے ایک انسان اپنی جان یا اپنے اعضاء وجوارح کو نہ بیچ سکتا ہے نہ کسی کو ہدیہ اور ہبہ کے طور پر دے سکتا ہے۔ اور نہ ان چیزوں کو اپنے اختیار سے ہلاک وضائع کر سکتا ہے۔ شریعت اسلامیہ کے اصول میں تو خود کشی کرنا اور اپنی جان یا اعضاء رضاکارانہ طور پر یا بہ قیمت کس کو دے دینا قطعی طور پر حرام ہی ہے جس پر قرآن وسنت کی نصوص صریحہ موجود ہیں، تقریبا دنیا کے ہر مذہب وملت اور عام حکومتوں میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔ اس لیے کسی زندہ انسان کا کوئی عضو کاٹ کر دسرے انسان میں لگادینا اس کی رضامندی سے بھی جائز نہیں ہے۔۔۔۔ یہ صورت بظاہر مفید ہی مفید ہے کہ مرنے والے کے تو سارے ہی اعضاء فنا ہونے والے ہیں ان میں سے کوئی عضو اگر کسی زندہ انسان کے کام آجائے اور اسکی مصیبت کا علاج بن جائے تو اس میں کیا حرج ہے۔ یہ ایسا معاملہ ہے کہ عام لوگوں کی نظریں صرف اس کے مفید پہلو پر جم جاتی ہیں اور اس کے وہ مہلک نتائج نظروں سے اوجھل ہو جاتے ہیں جن کا کچھ ذکر شروع بحث میں آچکا ہے۔[65]

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

مگر شریعت اسلام جو انسان اور انسانیت کے ظاہری اور معنوی صلاح و فلاح کی ضامن ہے اس کے لیے مضر اور مہلک نتائج سے صرف نظر اور صرف ظاہری فائدہ کی بناء پر اس کی اجازت دے دینا ممکن نہیں۔ شریعت اسلام نے صرف زندہ انسان کے کارآمد اعضاء ہی کا نہیں بلکہ قطع شدہ بے کار اعضاء و اجزاء کا استعمال بھی حرام قرار دیا ہے۔ اور مردہ انسان کے کسی عضو کی قطع و برید کو بھی ناجائز کہا ہے اور اس معاملہ میں کسی اجازت و رضامندی سے بھی اس کے اعضاء و اجزاء کے استعمال کی اجازت نہیں دی اور اس میں مسلم و کافر سب کا حکم یکساں ہے کیونکہ یہ انسانیت کا حق ہے جو سب میں برابر ہے، تکریم انسانیت کو شریعت نے وہ مقام عطا کیا ہے کہ کسی وقت کسی حال میں کسی کو انسان کے اعضاء و اجزاء حاصل کرنے کی طمع دامن گیر نہ ہو اور اس طرح یہ مخدوم کائنات اور اس کے اعضاء عام استعمال ہونے والی چیزوں سے بالاتر رہیں۔ جن کو کانٹ چھانٹ کر یا کوٹ پیس کر غذاؤں، دواؤں اور دوسرے مفادات میں استعمال کیا جاتا ہے اس پر ائمہ اربعہ اور پوری امت کے فقہاء متفق ہیں اور نہ صرف شریعت اسلام بلکہ بلکہ شرائع سابقہ اور تقریبا ہر مذہب و ملت میں یہی قانون ہے۔[66]

مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب مزید لکھتے ہیں: "اسلام نے ایک انسان کے اعضاء کو دوسرے انسان کے لیے استعمال کرنا اسکی رضامندی اور اجازت کے ساتھ بھی جائز نہیں رکھا اور نہ کسی انسان کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنا کوئی جزو دوسرے کو معاوضہ پر یا بلا معاوضہ دے دے۔

انسان کو حق تعالی نے اپنی قدرت کاملہ کا خاص مظہر بنایا ہے اور اس کے بدن میں بولنے، دیکھنے، سننے، سمجھنے وغیرہ کے لیے ایسی نازک خود کار مشینیں لگا دی ہیں کہ سائنس جدید و قدیم مل کر بھی اسکا کوئی حصہ نہیں بنا سکیں۔

انسان کا وجود در حقیقت ایک چلتی پھرتی فیکٹری ہے جس میں سینکڑوں نازک مشینیں کام کر رہی ہیں۔ یہ سب مشینیں ان کے پیدا کرنے والے نے انسان کو ودیعت و امانت کے طور پر دی ہیں۔ اسکو ان چیزوں کا مالک نہیں بنایا۔ البتہ امانت کے طور پر دینے والے کریم مولا نے اسے مشینوں کے استعمال کی ایسی آزادانہ طاقت و اجازت دے دی ہے کہ اس سے اسے یہ دھوکہ لگ جاتا ہے کہ میں اپنی جان اور اپنے اعضاء کا خود مالک ہوں، مگر حقیقت حال یہ نہیں۔ اسی وجہ سے انسان کے لیے جس طرح خودکشی کرنا حرام ہے اسی طرح اپنا کوئی عضو کسی دوسرے کو رضاکارانہ طور پر یا معاوضہ لیکر دے دینا بھی حرام ہے۔ فقہاء رحمہ اللہ نے قرآن و سنت کی واضح نصوص کی بناء پر فرمایا ہے کی جو شخص بھوک پیاس سے مر رہا ہے اس کے لیے مردار جانور اور ناجائز چیزوں کے کھانے پینے کی بقدر ضرورت اجازت ہو جاتی ہے۔ مگر یہ بات اس وقت بھی جائز نہیں کہ کسی دوسرے زندہ انسان کا گوشت کھالے اور نہ کسی انسان کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

گوشت یا کوئی عضو دوسرے انسان کو بخش دے کیونکہ خرید و فروخت یا بخشش و ہدیہ اپنی ملک میں ہو سکتا ہے، روح انسانی اور اعضاء انسانی اس کی ملک نہیں جو وہ کسی کو دے سکے۔"[67]

سید مودودی کا نقطہ نظر:

مولانا سید مودودی صاحب سے ایک نوجوان نے پوچھا: کیا موت کی صورت میں آنکھوں، ہاتھوں، ٹانگوں یا دل وغیرہ کا عطیہ دیا جا سکتا ہے؟ خصوصاً جبکہ اس کا مقصد انسانی خدمت ہو؟

مولانا نے فرمایا: "سوال یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق خود انسانیت سے بھی ہے، ادھر ایک شخص کی موت واقع ہوئی اور اس کے گھر میں کہرام مچا اور ادھر آنکھوں والے اس کی آنکھیں نکالنے آگئے، ہاتھوں اور ٹانگوں کے شعبے سے اس کے ہاتھ اور ٹانگیں کاٹ کر لے جانے والے آگئے اور دل کے ڈیپارٹمنٹ سے آلات لیے اس کا سینہ چیر کر دل نکالنے والے آگئے۔۔۔ کیا واقعی انسانیت یہی سکھاتی ہے؟ ایک مسلمان معاشرے میں یہ چیز چل نکلے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ عزیز و اقرباء مرنے والے کا کیا بچا کھچا منہ دیکھنے آئیں گے، نماز جنازہ کیا چیز سامنے رکھ کر پڑھی جائے گی اور قبر میں کیا شے لے جا کر دفن کی جائیگی"

کچھ دیر مجلس میں خاموشی چھائی رہی پھر ایک صاحب نے کہا:

"مولانا! کچھ لوگ اپنی خوشی سے آنکھوں وغیرہ کا عطیہ دینے کا اعلان کرتے ہیں، کیا اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی؟"

مولانا نے فرمایا: اصل سوال یہ ہے کہ آپ اپنے جسم کے مالک خود کب ہیں؟ مذہب ہی نہیں خود قانون بھی آپکو اپنے جسم کا مالک قرار نہیں دیتا۔ اگر اپنے جسم کے مالک آپ خود ہیں تو پھر آپ کو خودکشی کی اجازت کیوں حاصل نہیں ہے؟ آپ اپنے آپ کو بیچ نہیں سکتے؟ اب جس جسم پر جیتے جی آپ کے اختیارات کا یہ عالم ہے اسی جسم کے حصے بخرے کرنے کا آپ اس وقت کیا اختیار رکھتے ہیں جب آپ اسے چھوڑ کر جا چکے ہوتے ہیں۔۔۔ اس وقت اگر ایسی کوئی اجازت آپ کو قانون دیتا ہے تو یہ قانون کا سقم ہے مذہب کا نہیں۔"[68]

ماہنامہ ترجمان القرآن میں مولانا مودودی سے ایک سوال کیا جاتا ہے کہ کیا ایک مسلمان زندگی میں اپنی آنکھیں عطیہ کر سکتا ہے کہ موت کے بعد کسی مریض کے لیے استعمال ہو سکیں، کیا یہ قربانی گناہ تو نہ ہو گی؟

الجواب: "آنکھوں کے عطیہ کا معاملہ صرف آنکھوں تک ہی محدود نہیں رہتا بہت سے دوسرے اعضاء بھی مریضوں کے کام آسکتے ہیں اور ان کے دوسرے استعمالات بھی ہو سکتے ہیں۔ یہ دروازہ اگر کھول دیا جائے تو مسلمانوں کا قبر میں دفن ہونا مشکل ہو جائے گا اس کا سارا جسم ہی چندے میں تقسیم ہو کر رہ جائے گا۔ اسلامی نظریہ یہ ہے کہ کوئی آدمی

اپنے جسم کا مالک نہیں ہے۔اس کو حق نہیں پہنچتا کہ (خالق کے حکم و مرضی کے خلاف) مرنے سے پہلے اپنے جسم کو تقسیم کرنے یا چندے میں دینے کی وصیت کر دے۔ روح کے نکل جانے کے بعد اس جسم پر اس کا کوئی حق نہیں ہے کہ اس معاملے میں اس کی وصیت کو نافذ ہو اسلامی احکام کی رو سے زندہ انسانی لاش کی حرمت کا جو حکم دیا ہے وہ در اصل انسانی جان کی حرمت کا ایک لازمہ ہے۔ایک دفعہ اگر انسانی لاش کا احترام ختم ہو جائے تو بات صرف اس حد تک محدود نہ رہے گی کہ مردہ انسانوں کے بعض کار آمد اجزاء زندہ انسانوں کے علاج میں استعمال کیے جانے لگیں بلکہ رفتہ رفتہ انسانی جسم کی چربی سے صابن بھی بننے لگیں گے۔ (جیسے کہ فی الواقع دوسری جنگ عظیم کے زمانے میں جرمنوں نے بنائے تھے، انسانی کھال بھی اتار کر اس کو دباغت (پکانے اور رنگ) دینے کی کوشش کی جائے گی تاکہ اس کے جوتے یا سوٹ یا منی پرس بنائے جا سکیں چنانچہ چند سال قبل مدراس میں ایسا ہو چکا ہے) انسان کی ہڈیوں اور آنتوں اور دوسری چیزوں کو استعمال کرنے کی بھی فکر کی جائے گی حتی کہ اس کے بعد ایک مرتبہ انسان پھر اس دور وحشت کی طرف پلٹ جائے گا، جب آدمی آدمی کا گوشت کھاتا تھا اگر ایک دفعہ مردہ انسانوں کے اعضاء نکال کر علاج میں استعمال کرنا جائز قرار دے دیا جائے تو پھر بھی جگہ کی حد بندی کر کے آپ اس جسم کے دوسرے مفید استعمالات کو نہ روک سکیں گے کس منطق سے اس بندش کو معقول ثابت کریں گے۔"[69]

علامہ غلام رسول سعیدی کا نقطہ نظر:

علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں: "کیا انسان اپنے مرنے کے بعد اپنے کسی عضو کو دینے کی وصیت کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جائز نہیں ہے کیونکہ انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾[70] ہم اللہ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اس لیے وہ زندگی میں اپنے اعضاء کسی کو دے سکتا ہے نہ مرنے کے بعد۔ کیا مردہ انسان کے ورثاء یا حاکم وقت کی اجازت سے اس کے اعضاء نکالے جا سکتے ہیں؟ اس کا بھی جواب ظاہر ہے، مردے کے ورثاء یا حاکم وقت اس کے اعضاء کے مالک نہیں ہیں۔ پھر اسلام نے میت کی عزت اور احترام کے جو احکام دیے ہیں اور اس کو ایذاء پہنچانے سے منع کیا ہے بلکہ میت کی عزت اور اس کو ایذاء سے بچانے کو زندہ کی عزت اور اس کو ایذاء سے بچانے پر مقدم رکھا ہے۔ان احکام کے پیش نظر یہ وصیت جائز ہے اور نہ اجازت۔

فقہاء حنبلیہ، فقہاء شافعیہ اور بعض احناف کے اقوال کی روشنی میں اگر کافر حربی کے اعضاء سے پیوند کاری کر لی جائے تو جائز ہے خواہ کافر حربی زندہ ہو یا مردہ۔ لیکن مسلمان یا ذمی کافر (مسلمان ملکوں میں رہنے والے کافر ذمیوں کے حکم میں ہیں) کے اعضاء سے پیوند کاری جائز نہیں ہے۔ خواہ زندہ ہو یا مردہ، حالت اختیار ہو یا حالت اضطرار۔"[71]

علامہ سعیدی صاحب لکھتے ہیں: ''بعض لوگ کہتے ہیں کی انسانی اعضا سے پیوند کاری زیادہ سے زیادہ حرام ہو گی اور حالت اضطرار میں حرام چیز سے حرمت اٹھ جاتی ہے۔اس لیے جان بچانے کے لیے کسی مریض کو گردہ دینا یا مرنے کے بعد دل نکال لینے کی وصیت کرنا حرمت کے باوجود جائز ہونا چاہیے، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اضطرارا گرہے تو مریض کے لیے ہے جو شخص اپنے گردے دے رہاہے یادل اور آنکھوں کی وصیت کر رہاہے جن کا وہ خود مالک نہیں ہے اور ﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾[72] ہم نے انسان کو مکرم بنایا ہے'' کی مخالفت کر کے انسانیت کی تذلیل کر رہاہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے فقہاء نے اضطرار کی صورت میں انسانی اعضاء سے علاج کی اجازت نہیں دی۔''[73]

علامہ سعیدی صاحب مجوزین کی ادلۃ کے رد میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالی نے بنو آدم کو تکریم دی ہے اس کو احسن تقویم میں بنایاہے اور اعضاء کٹوانے سے انسان کی احسن تقویم کو بگاڑ دیا جاتاہے۔اور اس کی تکریم کی مخالفت ہوتی ہے، رہا یہ کہنا کہ دوسرے اندھے آدمی کو بینائی دینا یا جو گردوں سے محروم ہو اس کو گردہ دینا یہ بھی آدمیت کی تکریم ہے محض مغالطہ آفرینی ہے۔ اللہ تعالی نے ہمیں یہ اختیار نہیں دیا کہ ہم اپنے اعضاء بانٹتے پھریں، اپنی آنکھیں نکلوا کر خود مثلہ کرا کر اور تکریم بنو آدم اور احسن تقویم کو بگاڑ کر دوسرے شخص کے لیے بینائی یا دوسرے اعضاء کے حصول کا موقع فراہم کرنے کے ہم مکلف ہیں نہ مجاز۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی صریح خلاف ورزی ہے۔ مولانا طاسین صاحب کے استدلال کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی شخص ڈاکہ زنی اور قتل وغارت گری سے لاکھوں روپے کمائے اور ان پیسوں سے یتیم خانے اور دار الامان کھول لے اور کہے کہ میں انسانیت کی خدمت کر رہاہوں۔اور اگر اس پر یہ اعتراض ہے کہ وہ جن ذرائع سے انسانیت کی یہ خدمت انجام دے رہاہے وہ ناجائز ہیں تو بعینہ جو شخص اپنے اعضاء سے کسی کو بینائی اور گردے فراہم کر رہاہے اور انسانیت کی خدمت کر رہاہے اس کی اس خدمت کا ذریعہ بھی ناجائز ہے کیونکہ اللہ تعالی نے کسی انسان کو اپنے اعضاء کٹوانے کی اجازت دی ہے نہ دوسروں کے مال لوٹنے اور قتل وغارت گری کی۔

مولانا طاسین صاحب اعضاء کی پیوند کاری پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں: قرآن کریم میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾[74] اللہ تعالی نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلہ میں خرید لیاہے۔ چونکہ خریدی وہی چیز جاتی ہے جو بیچنے والے کی ملکیت میں ہوتی ہے لہذا اس آیت سے مالوں اور جانوں دونوں کے متعلق مومنوں کی ملکیت ثابت ہوتی ہے اور جب انسان اپنے اعضاء کا مالک ہے تو جس کو چاہے کٹوا کر دے سکتاہے اور جس کے لیے چاہے بعد از مرگ اپنے اعضاء کو کٹوانے کی وصیت کر سکتاہے۔

نہ جانے مولانا طاسین صاحب نے اس آیت سے کیسے یہ سمجھ لیا کہ مسلمان اپنی جان کا مالک ہے ! اس آیت میں تو یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالی کے ہاتھ بیچ چکے ہیں اور جب انھوں نے اپنی جانوں اور مالوں کو اللہ تعالی کے ہاتھ بیچ دیا تو اب وہ جان اور مال کے مالک نہیں رہے اور ان کا صرف اور صرف اللہ تعالی مالک ہے۔ در حقیقت ہر چیز کا مالک اللہ تعالی ہی ہے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: ﴿لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾[75] آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ تعالی ہی کی ملکیت ہے۔ انسانوں کو ظاہری اور صوری طور پر اللہ تعالی نے جو ان کے اعضاء اور اموال میں تصرف کا حق دیا ہے مسلمانوں سے اللہ تعالی نے جنت کے بدلہ میں وہ حق بھی خرید لیا۔ اب مسلمانوں کو اپنی جانوں اور مالوں پر مطلقا کوئی حق ہے نہ ملکیت۔ اب وہ اپنے مال کی ایک ایک چیز اور اپنے جسم کے ہر ہر عضو میں اللہ تعالی کی مرضی اور اس کی اجازت سے تصرف کے پابند ہیں اور جب مسلمان کے جسم اور اس کے سارے اعضاء اللہ تعالی کی ملکیت میں ہیں تو مسلمان اپنے کسی عضو کو نہ زندگی میں کسی کو ہبہ کر سکتا ہے اور نہ مرنے کے بعد کس کے لیے اپنے کسی عضو کی وصیت کر سکتا ہے۔ مال میں وصیت کی اجازت ہے اور اس میں وراثت کی تقسیم کا حکم بھی ہے۔ جسم کے اعضاء میں نہ وراثت ہے نہ وصیت، اس لیے مال پر جسم کا قیاس صحیح نہیں ہے، نہ اس میں بعد میں کسی اور کے مالک ہونے کا کوئی تصور ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو حضرت طفیل بن عمرو دوسی بھی اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ آگئے، حضرت طفیل کا ساتھی بیمار ہو گیا اور جب بیماری اس کی قوت برداشت سے باہر ہو گئی تو اس نے ایک لمبے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے، جسکی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں سے خون بہنے لگا اور اسی سبب سے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت طفیل نے خواب میں اسے اچھی حالت میں دیکھا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھ لپیٹے ہوئے تھے۔ حضرت طفیل نے پوچھا کہ اللہ تعالی نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ انھوں نے کہا کہ اللہ تعالی نے مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کرنے کے سبب بخش دیا۔ حضرت طفیل نے پوچھا ہاتھوں کو کیوں لپیٹے ہوئے ہو؟ اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے، حضرت طفیل نے رسول اللہ ﷺ سے یہ خواب بیان کیا۔ خواب سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ ! اس کے ہاتھوں کو بھی بخش دے۔[76]

اس حدیث سے واضح ہوا کہ انسان اپنے اعضاء کا مالک نہیں ہے اور ان کو کاٹ نہیں سکتا، پورا عضو کاٹنا تو کجا صرف انگلیوں کے جوڑ کاٹنے پر اللہ تعالی ناراض ہوا اور فرمایا: "لن نصلح منك ما افسدت" جس عضو کو تم نے بگاڑا ہے ہم اس کو درست نہیں کریں گے۔ جو لوگ زندگی میں اللہ تعالی کے دیے ہوئے اعضا کو کٹوا دیتے ہیں یا مرنے کے بعد

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

کاٹ دیے جانے کی وصیت کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ لوگ آخرت میں ان اعضاء سے محروم کر دیے جائیں اور ان کا حشر آنکھوں یا دیگر اعضاء کے بغیر ہو۔ جب صحابی رسول نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ دیے تو اللہ تعالی نے ان کے کٹے ہوئے جوڑوں کو ٹھیک نہیں کیا تو ماو شما اگر اپنے پورے اعضا کٹوادیں تو کیا وہ اس خطرہ میں نہیں ہیں کہ آخرت میں ان کا ان اعضاء کی محرومی کے ساتھ حشر ہو۔ اللہ تعالی بصیرت عطا فرمائے اور قبول حق کی توفیق دے۔"

مولانا طاسین صاحب کے دلائل میں پیش کردہ فقہی قواعد کا رد کرتے ہوئے سعیدی صاحب لکھتے ہیں: "باقی یہ جو کہا گیا ہے کہ ضرورت سے ممنوع چیز مباح ہو جاتی ہے اس سے پیوند کاری کا جواز لازم نہیں آتا کیونکہ جو شخص اعضاء کٹوا رہا ہے اسے کوئی ضرورت ہے نہ اضطرار، تو کس بناء پر ایک ممنوع چیز اس کے لیے مباح ہو گی۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ دو برائیوں میں سے کم برائی کو اختیار کر لینا چاہیے۔ گذارش ہے کہ اعضاء کو کٹوانا تو برائی ہے لیکن کسی ضرورت مند کو یہ اعضاء کاٹ کر نہ دینا سرے سے کوئی برائی ہی نہیں ہے کیونکہ اس کا کسی انسان کو مکلف نہیں کیا گیا کہ وہ ضرورت مندوں میں اپنے اعضاء تقسیم کرے بلکہ اعضاء کاٹ کر دینے سے روکا گیا ہے، جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث مذکور سے ظاہر ہے۔ تیسرا قاعدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ بڑے فائدہ کی خاطر چھوٹے فائدہ کو چھوڑ دینا چاہیے۔ لیکن یہاں اپنے اعضاء کو کٹوا دینا یا ان کی وصیت کرنا چھوٹا فائدہ نہیں بھاری نقصان ہے۔ چوتھا قاعدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب ایک چیز میں نفع اور ضرر کے دو پہلو ہوں اور ضرر کم اور نفع زیادہ ہو تو نفع کو اختیار کر لینا چاہیے۔ اس قاعدہ کا اطلاق بھی یہاں صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اس قاعدہ کے مطابق اول تو نفع اور ضرر ایک شخص کے لحاظ سے ہے اور جس معاملہ میں ہم گفتگو کر رہے ہیں وہاں دو الگ الگ شخص ہیں۔ ثانیا یہاں اعضاء کٹوانے میں اس شخص کو نفع بالکل نہیں ہے سراسر نقصان ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے دلائل سے واضح کر چکے ہیں۔"[77]

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان:

اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۸۴ء میں حکومت کے استفسار پر انسانی اعضاء کی تبدیلی و پیوند کاری کے مسئلہ پر درج ذیل رائے کا اظہار کیا:

۱۔ نظام قدرت میں یہ دخل اندازی کے مترادف ہے۔ چونکہ اللہ تعالی نے انسان کو تمام اعضاء اور صلاحیتوں کے ساتھ ایک اکائی کے طور پر پیدا کیا ہے۔ اس اکائی میں سے کوئی جزء الگ کر لیا جائے تو یہ اکائی مکمل حالت میں باقی نہیں رہتی، بلکہ ناقص رہ جاتی ہے۔

۲۔ شریعت کی رو سے انسانی جسم کسی کی ملکیت نہیں بلکہ اللہ تعالی کی ودیعت ہے اور انسان کو اس ودیعت میں قطع و برید کا حق حاصل نہیں اور اس بناء پر فقہاء اسلام میں کوئی فرقہ بھی اس عطیہ کو جائز نہیں سمجھتا۔

۳۔زندہ انسانی جسم میں کسی عضو کے قطع کر دینے سے اس جسم کی بحثیت اکائی صلاحیت کار دائمامتاثر ہو رہی ہے۔

۴۔اللہ تعالی کے دیئے ہوئے دو دو اعضاء میں سے ایک کا عطیہ دے دینے سے مستقبل میں دوسرے عضو کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

۵۔موجودہ مادی دور میں انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کا مذموم کاروبار شروع ہو جائے گا جس سے اشرف المخلوقات کا جسم بھی بھیڑ بکریوں کی طرح بکاؤ مال بن کر رہ جائے گا۔ جیسا کہ انسانی خون کا کھلے بندوں کاروبار ہو رہا ہے۔اسی طرح پاکستان میں متمول حضرات کی طرف سے یہ اشتہارات آرہے ہیں کہ جو اپنا گردہ دے گا اس کو ایک لاکھ روپیہ معاوضہ دیا جائے گا، لہذا سد ذریعہ کے طور پر بھی زندہ انسان کے جسم اور اعضاء کو کاروباری تعامل کا موضوع بننے روکنا ضروری ہے۔[78]

فقہاء کرام کی آراء کا خلاصہ و نتائج:

قرآن و سنت اور فقہاء کرام کی آراء سے درج ذیل نتائج حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔انسان اپنی ذات میں مکرم و محترم اور اشرف المخلوقات ہے۔

۲۔انسان اپنی جان کو ختم نہیں کر سکتا، جب انسان کو کل تلف کرنا جائز نہیں تو لہذا جزء کا تلف کرنا بھی ناجائز ہے اسی لیے خودکشی حرام ہے۔

۳۔انسانی جسم مال کی تعریف سے خارج ہے لہذا اسکی خرید و فروخت ناجائز ہے۔

۴۔ جس طرح انسان اور اسکے اعضاء کی خرید و فروخت حرام ہے اسی طرح انسانی اعضاء کا تحفہ یا ہبہ کرنا بھی ناجائز ہے کیونکہ جس چیز کو ہبہ کیا جائے اس کا مال متقوم کی تعریف سے خارج ہے۔

۵۔انسانی اعضا کا استعمال بطور علاج بھی جائز نہیں کیونکہ یہ بات انسانی شرف و تکریم کے خلاف ہے کہ اسے بطور دوا و علاج استعمال کیا جائے۔

۶۔انسانی کرامت و شرافت کی وجہ سے اسکے اعضاء سے بشمول بال اور ہڈیوں سے کسی بھی صورت میں استفادہ و انتفاع حرام ہے۔

۷۔حالت اضطراری میں کسی بھی انسان کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کا عضو کاٹ کر اپنی جان بچائے۔

۸۔ عملی طور پر انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے انتہائی خطرناک نتائج سامنے آئے ہیں، جس میں بچوں پر ظلم، پاگل مریضوں کے اعضا کی قطع و برید، آپریشن کے دوران گردہ کا نکال لینا، سزائے موت پانے والے افراد کے ساتھ غیر

انسانی سلوک اور سب سے بڑھ کر یہ کہ غربت کے ہاتھوں تنگ لوگ کچھ پیسوں کے حصول کے لیے اپنی زندگیاں بیچنے پر مجبور ہیں۔

۹۔ طبّی نقطہ نظر سے گردہ کی تبدیلی علاج کے زمرے میں شمار نہیں ہوتی۔ گردہ دینے والا شخص بسا اوقات اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی خاندان دو قیمتی زندگیوں سے محروم ہو گیا۔

۱۰۔ انسانی شرف و تکریم کا تقاضا ہے کہ زندہ انسانوں کے اعضاء کی تبدیلی و پیوند کاری اور خرید و فروخت پر مکمل پابندی لگا کر انسان اور انسانی اعضاء کو مال تجارت بننے سے روکا جائے۔ کیونکہ پیوند کاری کی اجازت دے دینے سے لاشوں کے اعضاء نکالنے شروع کر دئے جائیں گے جس سے جسم انسانی کی فروخت شروع ہو جائے گی، جو انسانیت کی تذلیل و تحقیر ہے۔

اقوام متحدہ کے کمیشن برائے حقوق نے انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کو غلامی کی نئی شکل سے تعبیر کیا ہے اور اس کے خلاف جدوجہد کو تیز کرنے کا اعلان کیا ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ شریعت اسلامیہ میں انسانی اعضاء کی کسی بھی غرض سے قطع و برید حرام ہونے کے باوجود تاحال اس بارے میں کسی عملی ضابطہ و قانون سے محروم ہے۔

فقہاء کرام کا وہ گروہ جو انسانی اعضا کی پیوند کاری کے عدم جواز کے قائل ہیں، وہ لکھتے ہیں: ''اگر پیوند کاری کا طریقہ عام ہو جائے اور اس کا شرعی جواز بھی فراہم کر دیا جائے تو انسانی لاشیں مال تجارت بن جائیں گی، انسانی اعضاء کا بڑے پیمانے پر کاروبار شروع ہو جائے گا اور انسانیت و آدمیت کی کرامت ختم ہو کر رہ جائے گی۔ نفس پرستی اور خود غرضی کے اس دور میں یہ بھی بعید نہیں ہے کہ کچھ لوگ اپنی عیاشی اور خود غرضی کے لیے غریبوں اور اور ان کے بچوں کی زندگی سے کھیلنا شروع کر دیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ کچھ لوگ اپنی غربت اور مفلوک الحالی کی وجہ سے اپنے رشتہ داروں کی لاشیں فروخت کرنا شروع کر دیں، اس لیے اگر اعضاء کی پیوند کاری کا عمل اس بڑی خرابی کا ذریعہ بن رہا ہو تو اس اضطراری حالت میں اگرچہ اعضاء کی پیوند کاری جائز ہے لیکن اس کی خرید و فروخت کی قطعاً اجازت نہیں دی جا سکتی۔''[79]

ان مفاسد کی وجہ سے بعض اہل علم نے مطلق طور پر اور بعض نے سد ذرائع کی روشنی میں اعضاء کی پیوند کاری کو حرام قرار دیا ہے۔ مفتی محمد شفیع اور مولانا محمد یوسف بنوری کی راہنمائی میں کراچی کے اکابر علماء کے ایک بورڈ نے انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی ممانعت کے سلسلہ میں جو فتویٰ دیا ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی جیسا کہ مولانا گوہر رحمن رقمطراز ہیں کہ: ''اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ عمل انسانی لاشوں کو مال تجارت بننے کا ذریعہ ثابت ہو سکتا ہے اور یہ اکابر علماء (یعنی محمد شفیع، یوسف بنوری، اور انکی کابینہ) اضطراری حالت میں حرام چیزوں کے غذا یا دوا استعمال کرنے کو

جائز سمجھتے ہیں لیکن انسانی اعضاء کی ترقیع (پیوند کاری) کے جواز کے اس لیے قائل نہیں کہ یہ احترام آدمیت کے منافی ہے اور ایک انسان کی زندگی بچانے کے لیے دوسرے انسان کی لاش کی بے حرمتی کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ ان اکابر اہل علم نے صرف "قانون ضرورت" کو مد نظر نہیں رکھا بلکہ "قانون سد ذریعہ" کے مقتضیات کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور دونوں پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد آخری فیصلہ عدم جواز کے حق میں دیا ہے۔ لیکن عرب، الجزائر، ملائیشیا اور عالم اسلام کے بعض اہل علم کی رائے یہ بنی ہے کہ مال تجارت بننے کی انسدادی تدابیر کی جانی چاہئیں اور اضطراری حالت میں اس عمل کی اجازت دے دینی چاہیے۔"[80]

انسان کا زندگی میں اپنے اعضاء واجزاء کا عطیہ و ہبہ کرنا یا موت کے بعد کسی زندہ انسان کے لیے وصیت یا اپنے عزیز وغیرہ کی میت کے کسی عضو کا دوسرے کو دینے کی فیاضی اور سخاوت دراصل مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان نہ رکھنے والوں کے ذہن کی پیداوار ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کا یہ اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے کہ دنیا کی آنکھیں بند ہونے کے بعد زندگی یہیں ختم نہیں ہوتی، بلکہ زندگی کا ایک مرحلہ طے ہونے کے بعد دوسرا مرحلہ شروع ہو جاتا ہے، اس لیے زندہ انسان کی طرح مردہ آدمی بھی لائق احترام ہے، خواہ مسلمان ہو یا کافر، نہ وہ خود اپنے جسم کا مالک ہے اور نہ کوئی دوسرا، لہٰذا میت کے کسی عضو کو پیوند کاری وغیرہ میں استعمال کرنا یا اس کی وصیت کرنا، مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے ہو یا انسانی ہمدردی کے جذبہ کے تحت ہو، نہ تو شرعا درست ہے اور نہ ہی اخلاقا و قانونا، کیونکہ اس میں انسان کی اہانت وایذاء بھی ہے، ملک خداوندی میں ناجائز تصرف بھی ہے اور احسن تقویم کے شاہکار کی تخریب وبگاڑ بھی ہے۔

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

حواشی وحوالہ جات

[1]۔سعید اختر،ڈاکٹر،انسانی اعضاء کی پیوند کاری، طبّی نقطہ نظر، مشمولہ سالانہ رپورٹ ۲۰۰۱ء-۲۰۰۰ء،اسلامی نظریاتی کونسل، ص:۲۳۳۔۲۳۴

[2]۔مرجع السابق: ص:۲۳۴

[3]۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل،(کراچی: زمزم پبلشرز)۰۵/۴۶۰

[4]۔افتخار حسین،اسلام اور قرنیہ کی پیوند کاری،(کراچی: ۱۹۸۴ء) ص:۶۱۔۸۴؛بحوالہ: سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم،(لاہور: فرید بک سٹال، ۲۰۰۲ء)۰۲/۸۶۲

[5]۔یوسف القرضاوی، فتاوی،(مترجم سید زاہد اصغر فلاحی)(لاہور: دار النوادر)۰۲/۲۱۶۔۲۱۷

[6]۔مجاہد الاسلام قاسمی، عصر حاضر کے پیچیدہ مسائل کا شرعی حل،(کراچی: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ) ص:۱۵۷۔۱۵۸

[7]۔حافظ مبشر حسین، جدید فقہی مسائل کتاب وسنت کی روشنی میں،(لاہور، مبشر اکیڈمی) ص:۱۷۶۔۱۷۷

[8]۔مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، جدید فقہی مسائل،۰۵/۵۹

[9]۔حافظ مبشر حسین، جدید فقہی مسائل کتاب وسنت کی روشنی میں، ص:۱۸۲

[10]۔مرجع سابق: ص:۱۸۴

[11]۔سورۃ الاسراء، آیت:۷۰

[12]۔سورۃ بقرۃ، آیت:۳۰

[13]۔سورۃ ص، آیت:۷۳

[14]۔سورۃ ص، آیت:۷۵

[15]۔سورۃ ص، آیت:۷۲

[16]۔سورۃ التین، آیت:۰۴

[17]۔القرطبّی، ابو محمد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن،(الریاض، دار عالم الکتب، السعودیۃ العربیہ۔ سنۃ الطبع:۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳م۔ تحقیق: ھشام سمیر البخاری)۲۰/۱۱۴؛ الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن،(لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)۰۵/۶۰۶

[18]۔مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب البر والصلة والآداب، باب النهی عن ضرب الوجه،(بیروت، داراحیاء التراث العربی، لبنان۔ تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی)۰۴/۲۰۱۷، رقم الحدیث:۲۶۱۲

[19]۔سورۃ العلق، آیات:۰۴،۰۵

[20]۔سورۃ الاسراء، آیت:۷۰؛ نیز دیکھیے: سعیدی، غلام رسول، تبیان القرآن،۰۶/۷۵۶۔۷۵۷

[21]۔ابن ماجہ، السنن، **کتاب الفتن، باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ**،(بیروت، دار الفکر، لبنان، تحقیق: محمد فؤاد عبد الباقی)۰۲/۱۲۹۷، رقم الحدیث: ۳۹۳۲

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

22۔ صنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، (بیروت، المکتب الاسلامی، لبنان۔ الطبعۃ الثالثۃ: ۱۴۰۳ھ، تحقیق: الشیخ حبیب الرحمن الاعظمی) ۰۳/ ۴۴۴، رقم الحدیث: ۶۲۵۶؛ ابن ماجہ، السنن، **کتاب الجنائز، باب فی النھی عن کسر عظام المیت**، ۰۱/ ۵۱۶، رقم الحدیث: ۱۶۱۶

23۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة، (بیروت، دار ابن کثیر، لبنان۔ تحقیق: الدکتور مصطفی دیب البغا) ۰۱/ ۴۴۰، رقم الحدیث: ۱۲۴۵

24۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة يهودي، ۰۱/ ۴۴۱، رقم الحدیث: ۱۲۴۹؛ مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازۃ، ۰۲/ ۶۶۱، رقم الحدیث: ۹۶۱

25۔ مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، ۰۲/ ۶۶۷، رقم الحدیث: ۹۷۱

26۔ احمد بن حنبل، المسند، (القاھرۃ، مؤسسۃ قرطبۃ، مصر) ۰۵/ ۴۶۱، رقم الحدیث: ۲۴۲۵۵

27۔ سورۃ النساء، آیت: ۱۱۹

28۔ رازی، محمد بن عمر، تفسیر کبیر (بیروت، دار الکتب العلمیۃ، لبنان) ۱۱/ ۳۹

29۔ صنعانی، عبدالرزاق بن ہمام، المصنف، ۰۳/ ۴۴۴، رقم الحدیث: ۶۲۵۶؛ ابن ماجہ، السنن، **کتاب الجنائز، باب فی النھی عن کسر عظام المیت**، ۰۱/ ۵۱۶، رقم الحدیث: ۱۶۱۶

30۔ الشافعی، محمد بن ادریس، کتاب الام، (بیروت، دار المعرفۃ، لبنان) ۰۱/ ۵۴

31۔ ابن نجیم، زین الدین، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، (بیروت، دار المعرفۃ، لبنان) ۰۸/ ۲۳۳؛ ملا نظام الدین، فتاوی عالمگیری، (بولاق، المطبعۃ الامیریہ، مصر۔ الطبعۃ الثانیہ: ۱۳۱۰ھ) ۰۵/ ۳۵۴

32۔ قاضی خان، علامہ حسن بن منصور اوزجندی، فتاوی قاضی خان علی ہامش فتاوی الھندیہ، (بولاق، المطبعۃ الامیریہ، مصر۔ الطبعۃ الثانیہ: ۱۳۱۰ھ) ۰۳/ ۴۰۴

33۔ ابن بزاز کردری، محمد بن شھاب، فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی الھندیہ، (بولاق، المطبعۃ الامیریہ، مصر۔ الطبعۃ الثانیہ: ۱۳۱۰ھ) ۰۶/ ۳۵۶

34۔ ملا نظام الدین، فتاوی عالمگیری، (بولاق، المطبعۃ الامیریہ، مصر۔ الطبعۃ الثانیہ: ۱۳۱۰ھ) ۰۵/ ۳۵۴

35۔ شمس الدین سرخسی، شرح سیر کبیر، (مکتبہ الثورہ الاسلامیہ، سنۃ الطبع: ۱۴۰۵ھ) ۰۱/ ۱۲۸

36۔ کاسانی، بدائع الصنائع، (بیروت، دار الکتاب العربی) ۰۵/ ۱۲۵

37۔ نسائی، السنن، کتاب الزينة، باب من اصيب أنفه هل يتخذ أنفا من ذهب، (حلب، مکتب المطبوعات الاسلامیۃ۔ الطبعۃ الثانیۃ: ۱۴۰۶ھ/ ۱۹۸۶م۔ تحقیق: عبدالفتاح غدۃ) ۰۸/ ۱۶۳، رقم الحدیث: ۵۱۶۱

38۔ عبدالقادر عودہ، التشریع الجنائی الاسلامی، (بیروت، دار الکتب العلمیۃ) ص: ۵۷۸

39۔ القرطبیؒ، الجامع لاحکام القرآن، ۰۲/ ۲۲۹

40۔ سورۃ الانعام، آیت: ۱۵۱

41۔ کاسانی، بدائع الصنائع، (بیروت، دار الکتاب العربی) ۰۷/ ۱۷۷

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

42۔ابن بزاز کردری، محمد بن شہاب، فتاوی بزازیہ علی ہامش فتاوی الھندیہ، ۰۴/۴۰۴

43۔السرخسی،المبسوط،(بیروت،دارالفکر،لبنان)۲۴/۴۸

44۔ابن قدامہ،عبداللہ بن احمد،المغنی،(بیروت،دارالفکر۔الطبعۃالاولی:۱۴۰۵ھ)۰۹/۲۳۵

45۔مرجع السابق:ص:۰۹/۲۳۵

46۔نووی،یحیٰ بن شرف،المجموع شرح المھذب،(بیروت،دارالفکر،لبنان)۰۹/۴۵

47۔ابن قدامہ،عبداللہ بن احمد،المغنی،۱۱/۷۹

48۔مرجع السابق:۱۱/۷۹

49۔صاوی مالکی،احمد بن محمد،حاشیۃالصاوی علی الشرح الصغیر،(دارالمعارف،مصر)۰۲/۱۸۴

50۔ابن نجیم،زین العابدین بن ابراہیم،الاشباہ والنظائر،(بیروت،دارالکتب العلمیۃ،لبنان)ص:۸۷

51۔السرخسی،المبسوط،۱۵/۱۲۵

52۔مصدرالسابق:۱۵/۱۲۵

53۔ملا نظام الدین،الفتاوی الھندیہ،۰۵/۳۵۴

54۔القسطلانی،شہاب الدین احمد بن محمد،ارشادالساری شرح صحیح البخاری،؛کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر،(المطبعۃالکبری الامیریہ، مصر)،۰۸/۶/۴۷۶؛العینی،عمدۃالقاری شرح صحیح البخاری،کتاب سورۃ الحشر، باب الجلاء الا خراج من أرض إلی أرض،۲۸/۳۵۵؛ملا علی القاری،مرقاۃالمفاتیح،کتاب اللباس، باب الترجل،۱۳/۱۷۰

55۔ابن عابدین الشامی،ردالمحتار،(بیروت،دارلفکر،سنۃالطبع:۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰م)۰۵/۳۸۵

56۔زیلعی، فخر الدین عثمان بن علی، تبیین الحقائق شرح کنزالد قائق،(القاھرۃ،دارالکتب الاسلامی)۰۴/۱۲—۱۸؛ الجزیری، عبدالرحمن، ؛کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ ، ۰۲/۱۶۴ ؛المرادادی، علاءالدین ابی الحسن، الانصاف، (بیروت، داراحیاء التراث العربی، لبنان۔الطبعۃالاولی: ۱۴۱۹ھ) ۰۴/۲۷۰

57۔یوسف القرضاوی، فتاوی،(مترجم سید زاہد اصغر فلاحی)۰۲/۲۱۹

58۔الکاسانی،علاءالدین،ابو بکر،بدائع الصنائع،۰۷/۱۷۷

59۔لکھنوی،عبدالحیی،النافع الکبیر شرح جامع الصغیر،(بیروت،عالم الکتب،سنۃالطبع:۱۴۰۶ھ)ص:۲۷۰

60۔الکاسانی،علاءالدین،ابو بکر،بدائع الصنائع،۰۵/۱۴۰

61۔عینی،بدرالدین ابو محمد محمود بن احمد،عمدۃالقاری شرح صحیح البخاری،(ادارۃالطباعۃالمنیریۃ،مصر)۱۲/۵۵

62۔الشیبانی، محمد بن الحسن،الجامع الصغیر،(بیروت،عالم الکتب،سنۃالطبع:۱۴۰۶ھ)ص:۲۷۰

63۔ابن عابدین شامی،حاشیۃ ردالمحتار علی الدرالمختار،(بیروت،دارالفکر،لبنان۔سنۃالطبع:۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰م)۰۵/۵۸؛ابن الھمام،کمال الدین محمد بن عبدالواحد،(بیروت،دارالفکر،لبنان)۰۶/۴۲۵

UOCHJRS, ISSN: 2616-6496, Vol. 4 | Issue 2 |January –June 2021
PP:69-99

[64]۔ الکاسانی، بدائع الصنائع، ۱۱۹/۰۶

[65]۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں: کہ اگر یہ طریق علاج رواج پا گیا تا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ غریب انسان کی آنکھیں اور گردے اور دوسرے اعضاء ایک بکاؤ مال کی طرح بازار میں بکا کریں گے۔ اگر یہ چیزیں بھی بکاؤ مال بن گئیں تو بہت سے غریب اپنے بچوں کی مصیبت دور کرنے کے لیے اپنی یہ چیزیں بھی داؤ پر لگا دیں گے پھر یہ بگاڑ صرف یہیں نہیں رکے گا کہ رضاکارانہ طور پر کسی انسان کے اعضاء و اجزاء لیے جائیں بلکہ بہت سے مردے خصوصا لاوارث مردے بہت سے اعضا سے محروم ہو کر اس دنیا جایا کریں گے پھر کسی انسانی میت کی خیر نہیں اور یہ غسل و کفن اور نماز جنازہ اور کفن و دفن کے سارے قصے ہی بے باق ہو جائیں گے۔ اور خدا نخواستہ یہ سلسلہ بڑھتا رہا تو صرف طبعی موت سے مرنے والوں تک نہیں رکے گا بلکہ اس کام کے لیے بازار قتل گرم ہو جانا بھی ممکن ہے۔ دیکھیے: سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ۸۴۵/۰۲

[66]۔ عثمانی، مفتی محمد شفیع، انسانی اعضاء کی پیوند کاری شریعت اسلامیہ کی روشنی میں، (کراچی، مجلس تحقیق مسائل حاضرہ، پاکستان) ص: ۳۷۔۳۹

[67]۔ عثمانی، مفتی محمد شفیع، انسانی اعضاء کی پیوند کاری شریعت اسلامیہ کی روشنی میں، ص: ۳۱

[68]۔ سید مودودی، اردو مجالس سید مودودی، (لاہور، البدر پبلی کیشنز) ص: ۳۱، ۳۲

[69]۔ سید مودودی، ماہنامہ ترجمان القرآن، جنوری ۱۹۶۲ء؛ بحوالہ: مولانا محمد فیض احمد اویسی، عطیہ چشم و خون اور اعضاء کی پیوند کاری، (بہاولپور، جامعہ اویسیہ رضویہ، پاکستان) ص: ۱۳

[70]. سورۃ بقرۃ، آیت: ۱۵۶

[71]۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ۸۵۵/۰۲

[72]۔ سورۃ الاسراء، آیت: ۷۰

[73]۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ۸۵۶/۰۲

[74]۔ سورۃ التوبۃ، آیت: ۱۱۱

[75]۔ سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۸۴

[76]۔ مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب الإيمان، **باب الدليل على أن قاتل نفسه لا يكفر**، ۱۰۸/۰۱، رقم الحدیث: ۱۸۴

[77]۔ سعیدی، غلام رسول، شرح صحیح مسلم، ۸۶۵/۰۲۔۸۶۷

[78]۔ اسلامی نظریاتی کونسل رپورٹ برائے سال ۱۹۸۴ء حکومت پاکستان۔ نیز ملاحظہ ہو: رپورٹ استفسارات ۱۹۶۲ء تا ۱۹۸۴ء اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد پاکستان، ۳۰ مئی ۱۹۸۴ء، ص: ۸۶

[79]۔ مولانا گوہر رحمن، تفہیم المسائل، (مردان، مکتبہ تفہیم القرآن) ۱۸۶/۰۳۔۱۸۷

[80]۔ حافظ مبشر حسین، جدید فقہی مسائل کتاب و سنت کی روشنی میں، ص: ۱۶۳